سلسلہ علوم الاسلام نمبر ۲۱

محافظ رسالت و محسنِ اسلام

حضرت ابوطالبؑ

حصہ اوّل

شائع کردہ

ادارہ علوم الاسلام صغری منزل سانده کلاں ڈاکخانہ سانده لاہور

بار اول
تین ہزار

ممبران ادارہ کے علاوہ اس کی ایک ہزار
کاپیاں مفت تقسیم کی گئیں

قیمت
ایک روپیہ ۵۰ پیسے

چند بے نظیر کتب

۱۔ **مواخدہ** یعنی تمام اہلِ اسلام کے لئے پیغام و طریقۂ اتحاد و دینی تحفہ تمام انسانوں کے لئے قرآن فہمی میں دقتوں اور رکاوٹوں کو رفع کرنے کا آسان طریقہ۔

از جناب قبلہ علامہ سید محمد احسن صاحب ایم۔ایس سی فاضل جامعہ ازہر و بیروت۔ قیمت دو روپے پچاس پیسے

۲۔ **قرآنی رسول کی عظمت**: از قبلہ علامہ سید محمد احسن صاحب۔ قیمت ایک روپیہ

۳۔ **بشر اور نبی**: از جناب شاد گیلانی صاحب۔ قیمت ۲۵ پیسے

۴۔ **خلافت اور خم غدیر**: از جناب شاد گیلانی صاحب۔ قیمت ایک روپیہ

۵۔ **انبیاء اور علیؑ**: از جناب شاد گیلانی صاحب۔ قیمت ۳۷ پیسے

۶۔ **پیام حسینؑ**، جناب قبلہ پروفیسر سید تصدق حسین صاحب۔ قیمت ۳۱ پیسے

۷۔ **قرآن کریم اور ہم** جناب برکت حسن صاحب بی۔اے۔ قیمت ۱۳ پیسے

۸۔ **ضرورتِ اتحاد**: جناب ڈاکٹر سید ناصر حسین صاحب۔ قیمت ۲۵ پیسے

ملنے کا پتہ: ادارۂ علوم الاسلام صغری منزل سانده کلاں ڈاکخانہ سانده لاہور

اعلان

اپنے دکھ، بیماری اور تکلیف کو دور کرلنے اور صحت یاب ہونے کا شوق

ہر دل میں قدرتی ہے

اگر آپ دکھی ہیں، بیمار ہیں، مصیبتوں سے چھٹکارا پانے کی

کوئی راہ دکھائی نہیں دیتی

تو

ایک بار آپ ہمارے طریق علاج اور تجربہ شدہ دواؤں کی آزمائش کرکے اور

بیماری سے نجات حاصل کرکے اپنی مسرتوں کو چار چاند لگائیں

حسنین

یہ گولیاں زبردست ٹانک ہیں۔ کھاکر داد دیجئے

قیمت فی شیشی پانچ روپے

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ { چشتیہ دواخانہ نشیبر وضلع ڈیرہ غازی خاں ڈاک خانہ جام پور

ترتیب مضمون

۱۔ وفاتِ حسرت آیات .... سید محمد باور حسین صاحب

۲۔ عرضِ ناشر " " "

۳۔ عظمت حضرت ابوطالبؑ .... محترمہ سیدہ نرجس سلطانہ صاحبہ

۴۔ الٹی گنگا .... قبلہ علامہ ابوجعفر سید محمد احسن صاحب

۵۔ میٹھے پھل اور گھنا سایہ رکھنے والا عظیم شجر .... مولوی سید صغیر حسین صاحب

۶۔ نذرانۂ عقیدت ...... علامہ شاد گیلانی صاحب

۷۔ محسن پیغمبر محسنِ اسلام حضرت ابوطالبؑ .... .. علامہ نذر حسن گوپالپوری صاحب

۸۔ حضرت ابوطالبؑ کا پاکیزہ کردار .... سید محمد باور حسین صاحب

۹۔ حضرت ابوطالبؑ .... سید نذیر حسین صاحب بخاری

۱۰۔ قرآن جس کو عمران کہتا ہے
زمانہ جسے ابوالایمان کہتا ہے
حکیم خادم حسین صاحب دوگی

۱۱۔ حضرت عمران ۔ ... . ڈاکٹر سید ناصر حسین صاحب نقوی

(الامان پریس لاہور)

حضرت ابوطالبؑ

لکھنے والے

۱۔ جناب علامہ ابوجعفر سید محمد احسن صاحب قبلہ مجتہد

۲۔ جناب مولوی سید صغیر حسین صاحب

۳۔ جناب علامہ شاد گیلانی صاحب قبلہ

۴۔ جناب علامہ نذر حسن صاحب گوپالپوری

۵۔ جناب سید محمد یاور حسین صاحب جعفری

۶۔ جناب سید نذیر حسین صاحب بخاری

۷۔ جناب حکیم خادم حسین صاحب دوگی

۸۔ ڈاکٹر سید ناظر حسین صاحب نقوی

وفات حسرت آیات

نہایت رنج و غم کے ساتھ اطلاع دی جاتی ہے کہ مورخہ ۸ راگست ۱۹۶۶ء بروز منگل بوقت چار بجے صبح فخر قوم زوار خان بہادر عالی جناب نواب امیر علیؑ صاحب قبلہ او۔ بی۔ ای (والد بزرگوار محترمہ مس۔ اے لاہوری صاحبہ سکرٹری حصہ نسواں ادارہ ہذا اور ابتدائی معاون جناب عبدالجلیل صاحب لاہوری) بعمر ۸۳ سال (حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے) ہمیشہ کے لئے داغ مفارقت دے کر جوار اہل بیتؑ میں ساکن ہوگئے ہیں مرحوم نہایت ہی سخی شریف النفس، صاحب اخلاق اور بڑے اوصاف حمیدہ کے مالک تھے۔ ہمیشہ سب سے خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔ جناب قبلہ نے ایک ایسا ہمدرد دل پایا تھا کہ آپ کسی بھی بنی نوع انسان کی کرب و تکلیف کو دیکھ نہ سکتے تھے غرض دنیا میں بہت کم لوگ ایسے نکلیں گے جن میں یہ حیرت انگیز صلاحیتیں اور اوصاف حمیدہ موجود ہوں جو نواب صاحب قبلہ میں تھیں۔ آپ کی خوبیوں اور حق پرستی کا ہر شخص قائل و معترف ہے۔ قبلہ سارا دن ذکر اہل بیتؑ میں گزارا کرتے تھے۔ اور آپ کو اہل بیتؑ کی شان میں قصیدے خوانی کا بے حد شوق تھا جو بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے ڈاکٹر صاحبان منع کرتے تھے کہ آپ کم پڑھیں وہ بھی بلند آواز سے نہ پڑھیں۔ مگر قبلہ فرماتے تھے کہ نہیں مجھے فضائل و مصائب اہل بیتؑ اونچی آواز سے پڑھنے سے زیادہ سکون ملتا ہے اور اسی طرح سارا دن شیر کی طرح گرجتے رہتے تھے۔ حضرت علیؑ اور آپ کی اولاد کی غلامی پر بڑا فخر تھا۔ سادات کی بڑی عزت کرتے تھے۔ جب کبھی کوئی سید آیا فوراً تعظیم سے ملے اگر کوئی سیدزادی آتی تو فوراً گھر سے باہر تشریف لے گئے کسی سید زادی نے اپنا دکھ، درد بیان کیا آنکھیں بند کر کے ہاتھوں سے اپنا منہ چھپا لیتے حقیقت میں قبلہ شیدائے جناب محمدؐ و آل محمدؐ تھے جس کا ثبوت یہی ہے کہ موت کی کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا پہلے سے علم تھا۔ موت سے تھوڑا عرصہ پہلے بچوں کو بلایا گلے لگایا اور فرمایا اچھا تمہیں مولا علیؑ کے سپرد کرتا ہوں پھر مسکرائے اور مسکراتے ہوئے محمدؐ و آل محمدؐ کی خدمت اقدس میں جا حاضر ہوئے۔

قبلہ کے جنازہ میں ہر مذہب و ملت کے ہزاروں لوگوں نے شرکت کی۔ اور آپ کے غم میں ہر ایک کی آنکھیں پرنم

تھیں۔

بارگاہ احدیت میں دست بدعا ہیں کہ خداوند عالم بصدقۂ آئمہ الطاہرین مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ قارئین کرام ادارہ علوم الاسلام سے التماس ہے کہ قبلہ مرحوم کو ایصال ثواب پہنچانے کے لئے سورہ فاتحہ سے یاد فرمائیں۔

ہم جناب احمد حسینؒ صاحب، محترمہ مس اے لاہوری صاحبہ اور جناب عبدالجلیل صاحب لاہوری کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

چنانچہ ادارہ یہ کتاب مجسمۂ تسلیم و رضا عزادار و شیدائے سید الشہداؑ ساکن جوار جناب امیرؑ الحاج جناب نواب امیر علیؒ صاحب قبلہ مرحوم کی روح پُر فتوح کے ایصال ثواب کے لئے شائع کرتا ہے۔ آسمان ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے۔ آمین بحق آئمہ معصومینؑ آمین۔

سید یاور حسین جنرل سیکرٹری
ادارۂ علوم الاسلام
سانڈہ کلاں
لاہور

عرضِ ناشر

خداوندعالم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہم نہایت ہی قلیل عرصہ یعنی چند ماہ میں اپنی ایک اور یہ گراں قدر تحقیقی پیشکش حضرت ابو طالبؑ حصّہ اول شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

مزید کچھ تحریر کرنے کی بجائے ہم صرف اتنا عرض کئے دیتے ہیں کہ جس قدر بھی تحریر ہے وہ ذمہ دار اہل قلم حضرات کی ہے جنہوں نے حدیث و قرآن کی روشنی میں نہایت اچھے لفظوں میں لکھا ہے۔

تمام تحریریں گھٹیا مناظرہ سے مبرا ہیں۔

ہمیں امید ہے کہ ہماری یہ خدمت پسندیدگی کی نظر سے دیکھی جائے گی۔ مضمون کی زیادتی کی وجہ سے صرف حصّہ اول شائع کر رہے ہیں۔

دوسرا حصّہ انشاءاللہ جلد شائع کر دیا جائے گا۔

سیّد باور حسین جعفری

جنرل سیکرٹری ادارہ علوم الاسلام ساندہ کلاں لاہور۔

سرورق

عظمت حضرت ابوطالبؑ خداوند عالم اپنی پاک کلام میں ارشاد فرماتا ہے اے میرے حبیبؐ کیا ہم نے آپ کو یتیم یعنی بے یار و مددگار نہیں پایا تھا پھر اسی بے کسی کی حالت میں ہم نے آپ کو پناہ دے دی۔ (پ ۳۰)

یہ ایک ایسی چیز ہے جس سے کسی کو انکار نہیں انکار کرنے والا کافر

مختصراً خداوند تعالےٰ حضرت ابوطالبؑ کی عظمت بتارہے ہیں یعنی دنیا والوں کو بتایا گیا ہے کہ میرے رسولؐ کو جو حضرت ابوطالبؑ نے پناہ دے رکھی ہے وہ گویا میری ہی پناہ ہے ذرا غور کریں۔ جناب تاج کراروی صاحب نے کیا خوب فرمایا ہے۔

ایمان بھی خراب کیا دین بھی تباہ
اللہ کی پناہ کہ کافر کہیں آپ سے۔
جس نے کلام حق میں کیا ذرہ اشتباہ
جس کی پناہ ہو گئی اللہ کی پناہ

(شکریہ از المنتظر صفحہ 13)

اسلام میں صرف حضرت ابوطالبؑ حضرت خدیجہؑ کا یہ شرف ہے کہ آپ کی وفات کے بعد حضورؐ نے ایک سال غم منایا یہی نہیں بلکہ حضرت ابوطالبؑ کی وفات کے بعد پورے سال کو عام الحزن قرار دیا۔

حضرت ابوبکر حضرت ابوبکرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضورؐ سے عرض کیا کہ مجھکو اس خدا کی قسم ہے جس نے آپ کو سچا نبی بنا کر بھیجا ہے بلا شبہ حضرت ابوطالبؑ کا اسلام لانا میرے نزدیک اس کے اسلام یعنی میرے باپ ابوقحافہ

کے اسلام سے میری آنکھوں کو ٹھنڈک کا باعث ہے اور یہ اس لئے ہے کہ حضرت ابو طالبؑ کے اسلام سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں ۔
(المنتظر بحوالہ مدارج النبوۃ صفحہ 297) مدارج النبوۃ جلد اول مطبع نولکشور طبع کانپور صفحہ 503 کتاب الشفا قاضی عیاض عربی سے اردو ترجمہ ناشر اللہ والے کی دوکان کشمیری بازار صفحہ 288، 289 سلسلہ تصوف نمبر 133 ۔

امیر شام امیر شام تمام عمر حضرت علیؑ کی عیب جوئی میں لگے رہے مگر کبھی ایک دفعہ بھی انہوں نے حضرت علیؑ کو مشرک زادہ نہ کہا حالانکہ حضرت علیؑ نے اپنی تقریروں اور تحریروں میں ان کو سب کچھ کہا ان سے صاف ظاہر ہے کہ اگر اس الزام کی کچھ بھی حقیقت ہوتی تو امیر شام اس سے ہرگز نہ چوکتے ۔

ہم اس پر کسی قسم کا تبصرہ نہیں کرنا چاہتے اہل قلم حضرات کے مضامین بحوالہ آپ کے سامنے ہیں ایسی نیک ہستی جن کی عظمت کو خداوند عالم ظاہر کرے اور جن کی مدح خود ذات رسالتؐ ہو ان کا کیا کہنا۔

چنانچہ حضورؐ فرماتے ہیں چچا ، بچپنے میں پالا یتیمی میں خبر گیری فرمائی جوانی میں میری مدد کی خدا میری طرف سے اپ کو جزائے خیر مرحمت فرمائے تواریخ آپ سب کے سامنے موجود ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے کسی کافر کی تجہیز و تکفین کا نہ ہی کبھی حکم دیا اور نہ ہی کسی کافر کیلئے حضورؐ نے دعائے مغفرت فرمائی

ہو بھی کیسے سکتا تھا کہ حضورؐ حکم خدا کے خلاف کچھ کرتے چنانچہ ارشاد باری تعالےٰ ہے ۔

ما کان للنبیّ والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربیٰ (سورۃ توبہ 113)

نبی اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ایمان

لائے ان کو مشرکوں کے لئے دعائے
مغفرت نہیں کرنا چاہیئے یہ مشرکین
ان کے قریبی عزیز ہی کیوں نہ ہو۔
تذکرہ خواص صفحہ ۱۱ پر تحریر ہے کہ
جب آنحضرتؐ کو حضرت ابوطالبؑ
کی وفات کی خبر ملی تو حضورؐ شدت
سے روئے جب گریہ تھما تو آپؐ
نے حضرت علیؑ سے فرمایا جاؤ ان کو
غسل و کفن دو اور دفن کا سامان
کرو خدا ان کی مغفرت کرے
اور ان پر رحم کرے۔
جب حضورؐ نے حضرت
ابوطالبؑ کا جنازہ دیکھا تو فرمایا
اے چچا بے شک آپ نے
حق رحم ادا فرمایا خدا آپ کو
جزائے خیر عطا کرے۔
اس کے بعد حضرت کئی دن
تک غم کے مارے مکان سے
باہر نہ نکلے زیادہ تفصیل کی
بجائے بالکل مختصراً مذکورہ بالا
تحریر کیا ہے ظاہر ہے کہ حضرت
ابوطالبؑ سے آنحضرت کو بڑا
انس تھا۔ اس لئے ان محسن اسلام
حضرت ابوطالبؑ پر بے فائدہ
الزام تراشی کر کے آنحضرتؐ
کو دکھ دے کر اپنا ایمان
خراب نہ کریں۔

نرجس سلطانہ سیکرٹری حصّہ نسواں
ادارہ علوم الاسلام۔

ایمانِ ابوطالبؑ

اجازت ہو تو کچھ کہہ بہ عنوانِ ابوطالبؑ

از سید مشبر حسین رضوی عقیلؔ چھولسی۔ رسی ۸۳ لیاقت آباد کراچی۔

اجازت ہو تو کچھ کہہ دوں بہ عنوانِ ابوطالبؑ
بہ احسانِ ابوطالبؑ بہ عرفانِ ابوطالبؑ

ذرا اخلاص سے پہنچو تو سرکارِ رسالتؐ میں
محمدؐ آپ بن جائیں گے میزانِ ابوطالبؑ

بتاؤ تربیت دی کس نے سردارِ دو عالم کو
بتاؤ کون تھا اس دم بہ عنوانِ ابوطالبؑ

بتاؤ تو پڑھایا کس نے عقدِ سرورِ عالمؐ
خدیجہؑ ہیں گواہ دین و ایمانِ ابوطالبؑ

بتاؤ شعب میں کس کے لئے یہ سختیاں جھیلیں
بتاؤ وقف تھی کس کے لئے جانِ ابوطالبؑ

بتاؤ گر نہ اقرارِ رسالت تھا تو پھر کیا تھا۔
پیمبرؐ کی حمایت میں وہ اعلانِ ابوطالبؑ

محمدؐ جان ہے میری۔ محمدؐ کا محافظ ہوں"
یہ اعلانِ ابوطالب یہ ایمانِ ابوطالبؑ

محمدؐ ابن عبداللہ پیغمبرِ آخر "
بھتیجے کی رسالت پر یہ اعلانِ ابوطالبؑ

"امانت یہ اخی کی باپ نے سونپی دمِ آخر"
"حفاظت اس کی ہے دراصل پیمانِ ابوطالبؑ

خدا کا گھر بنا فرزند کا ان کے زچہ خانہ
بڑھا دی اس طرح خالق نے خود شانِ ابوطالبؑ

عمِ مصطفےٰؐ شیرِ خدا دامادِ پیغمبرؐ
علیؑ مرتضیٰ نفسِ خدا جانِ ابوطالبؑ

عقیلؔ اس محسنِ اسلام کی مدحت سرائی ہیں
میرے ماں باپ صدقے اور ہیں قربانِ ابوطالبؑ

اُلٹی گنگا

از جناب سرکار علامہ ابوجعفر سید محمد احسن صاحب قبلہ مجتہد سرپرست اعلیٰ ادارہ ہٰذا

آپ سوچ رہے ہیں کہ ابوطالبؑ نمبر میں یہ الٹی گنگا کیوں بہائی جا رہی ہے۔؟ اس عنوان سے جناب ابوطالب علیہ السلام کا کیا تعلق ہے؟ پہلا جواب یا وجہ تو یہی ہے آپ کو متوجہ کیا جائے۔ اور دعوتِ فکر دی جائے۔ چنانچہ نتیجہ میں ہم کامیاب ہیں۔ کہ آپ توجہ کے ساتھ غور و فکر بھی فرما رہے ہیں۔ موسمی یا رسمی عنوانات اور مضامین کی نقل در نقل بھرمار نے آپ کے ذوقِ نظر کو کند کر دیا ہے۔ سانچے میں ڈھلے ہوئے۔ کھوکھلے مگر رنگین الفاظ نے رفتہ رفتہ مذہبی جذبات و احساسات پر گراں باری کے پہرے بٹھا دئے ہیں۔ چنانچہ آج اہل نظر قلم اٹھانے ہی پہلے یہ سوچتے ہیں۔ کہ اپنا مضمون کس انداز میں پیش کریں۔ کہ قارئین کی پوری توجہات حاصل ہو سکیں اور ان کے جذبات و احساسات سے قلب و ذہن کا براہ راست رابطہ قائم کیا جا سکے۔ دوسری وجہ یہ ہے۔ کہ گنگا ہو یا جمنا۔ فرات ہو یا دجلہ۔ اور ان کا بہاؤ الٹا ہو یا سیدھا۔ انہیں بہر حال سمندر کے وسیع آغوش کی تلاش ہے۔ جب تک وہ اپنی منزل پر نہ پہنچ جائیں۔ انہیں چین و سکون نہیں مل سکتا۔ بالکل یہی حال ہے۔ بنی نوع انسان اور اس پوری کائنات کی تگ و دو اور سفر حیات کا۔ وہ الٹا چلیں یا سیدھا۔ کفر کریں یا شکر۔ انہیں چلتے رہنا ہے۔ آن کا ہر قدم انہیں کشاں کشاں حضرت ابی طالبؑ و خانوادۂ ابی طالب سلام اللہ علیہم کے حضور لئے چلا جا رہا ہے۔ ہم اور آپ مانیں یا نہ مانیں۔ سمجھیں

یا نہ سمجھیں۔ مگر حقیقت یہی ہے۔ مقصد کائنات سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ سے وابستہ ہے۔ یہ کائنات اور اس کائنات کا ہر ذرہ اور یہاں کی ہر مخلوق روزِ ازل سے۔ میثاقِ محمدی کے قانون کی ذمہ دار ہے۔ ان میں کا کوئی فرد اس قانون اور میثاق کی زد سے باہر نہیں نکل سکتا۔ ان سب کو آن کے حضور میں پلٹ کر جانا پڑے گا۔ بعثتِ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کا سب سے بڑا احسان ہے۔ اور یہ احسان خاص طور پر مومنین سے متعلق ہے مومنین پر جتلایا گیا ہے۔ (۳/۱۶۴) آقربائے محمدی سے رشتۂ صحبت و اطاعت بھی مومنین پر واجب ہے۔ وہ انسان جس کو تمام سابقہ انبیاء و رسل نے اور آنحضرتؐ کے درمیان واسطہ بنایا گیا۔ جسے تمام نبوتوں، رسالتوں، امامتوں اور ولایتوں کیلئے آخری امانت دار چنا گیا۔ جس نے پہاڑوں سے برداشت نہ ہونے والی امانت خداوندی کو سرکارِ دوعالم

کو سپرد کیا۔ جس نے نبوت و رسالتؐ کو اپنے آغوش میں پرورش کیا اور انگلی پکڑ کر چلنا سکھایا۔ جس نے نبوت و رسالت کے اقدام کو ڈانواڈول ہونے سے بچا کر خدا سے وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ کہلوایا۔ جس کی ہدایت کاری و راہنمائی کو خدا نے اپنی راہنمائی اور ہدایت قرار دیا۔ جس کی کارکردگی کو خدا نے فخریہ اپنی طرف منسوب کیا (مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَىٰ) جس کی ربوبیت و تربیت کو رب الارباب نے اپنے لئے دلیل بنایا۔ جس نے کائنات کے ملجا و ماویٰ کو امن و پناہ دی تو خدا نے جتلایا اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ۔ جس نے زمان و مکان کی حدود و قیود سے ناآشنا نبوت کی تائید و حمایت کیلئے ایک ایسا ناصر و مددگار عطا کیا ایک ایسے خاندان کی بنیاد رکھی جو ہر مزاحمت کے لئے قیامت تک سینہ سپر رہے۔ اسی لئے خدا نے فرمایا کہ۔ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ تیرا پالنے والا

عنقریب تجھے وہ ..... دے گا کہ پھر تو
تو خوش رہے گا۔ اس مبارک انسان
پر ہمارے ماں باپ فدا ہیں
اسی کا نام ہے ابو طالب علیہ الصلوۃ
والسلام۔ جب سرور کائنات پیدا
ہوئے تو جناب فاطمہ بنت اسد سلام اللہ
علیہا موجود تھیں۔ اس وقت حضرت آمنہ
علیہا السلام کو ایران و شام کے محلات
نظر آئے۔ حدیث سنئے جناب امام
جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ
لَمَّا وُلِدَ رَسُولَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ
وآلہ فُتِحَ لِآمِنَةَ بیاض فارس وقصور
الشام فَجَاءَتْ فَاطِمَةُ بنت اسد اُمّ
امیر المومنین اِلیٰ ابی طالب ضاحکة
مستبشرة، فاعلمته مَاقالت آمنة،
فقال لَهَا ابو طالب۔ وتتعجبین
مِن هٰذَا، اِنَّكِ تحبلین وتلدین
بِوَصِیّہٖ وَوَزِیرِهٖ۔ (کافی کتاب
الحجة باب مولد امیر المومنین)
صلوات اللہ علیہ) جب رسول اللہ
پیدا ہوئے تو حضرت آمنہ (سلام اللہ
علیہا) کو ایران کی سفیدی اور شام
کے محلات کھلے ہوئے دکھائے گئے۔ چنانچہ
حضرت فاطمہ بنت اسد (رضی اللہ عنہا)
امیر المومنین کی والدہ ہنستی اور خوشخبری
سناتی ہوئی آئیں اور جناب ابو طالب
(علیہ السلام) کو جناب آمنہ کا مکاشفہ
سنایا۔ اس پر جناب ابو طالبؑ نے ان سے
فرمایا کہ تمہیں اتنی سی بات پر تعجب
ہو رہا ہے۔ تحقیق تم خود بھی اس
کے وصی اور وزیر کا حمل رکھنے اور
اسے جنم دینے والی ہو"

یہ حدیث واضح کر دیتی ہے
کہ حضرت ابو طالب علیہ السلام کو قبل از
وقت سب کچھ معلوم تھا۔ اور نہ
صرف معلوم تھا بلکہ آپ ان مقاصد
کے لئے ذمہ دار تھے۔ جو نبوت و
رسالت ختمی مرتبتؐ اور ان کی وصایت
ولایت سے متعلق تھے۔ انہوں نے
ولادتِ علی مرتضیٰ علیہ السلام کا زمانہ
اور مقام مرتضوی بھی بیان کر دیا
تھا چنانچہ ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ

نے فرمایا کہ ۔

اِنَّ فاطمۃ بنت اسد جاءَت الیٰ

اَبی طالب بِبشارۃٍ بِمولد النبی صلی اللہ

علیہ وآلہٖ ۔ فقال ابو طالب ۔ اصبری

سَبْتاً اُبَشِرکِ بِمِثلِہٖ الّا النبوۃ ۔

وقال ۔ السَبت ثلاثون سنۃ وکان

بین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ و

امیرالمومنین علیہ السلام ثلاثون سنۃ ۔

بتحقیق فاطمہ بنت اسدؑ ابو طالب علیہ

السلام کو ولادت نبیؐ کی بشارت دینے

آئیں تو ابو طالبؑ نے فرمایا کہ ایک

سبت صبر کرو میں تمہیں نبوت کے

علاوہ ہم مثل محمدؐ کی بشارت دیتا

ہوں ۔ فرمایا کہ ایک سبت تیسؔ سال

کا ہوتا ہے ۔ اور رسول اللہؐ و

علیؑ کی پیدائش کے درمیان تیس

سال تھے "۔

معلوم ہوا کہ حضرت ابی طالب

علیہ السلام اپنے عہدۂ وصایت و

امامت کی بنا پر مقام محمدی و مقام

علوی پر کماحقہ مطلع تھے ۔ اور دوسرے

متعلقین کو بتانا اور متعلقہ اقدامات

کرنا آپ کی ذمہ داری تھی ۔ سرکار

ابی طالب علیہ الصلوۃ و السلام کی پوزیشن

قرآن کریم حدیث شریف اور علماء

صالحین کے نزدیک کس قدر عظیم

ہے ۔ اگر وقت ملا تو اپنے طریقہ پر

آپ کی خدمت میں بیان کروں گا ۔

فی الحال ۔

(۳) تیسری وجہ الٹی گنگا کی یہ ہے کہ

مشرکانہ منصوبہ سازوں کو ہم کسی قیمت

پر نظر انداز نہیں کر سکتے ۔ اس لئے کہ

انہوں نے نہایت حسنِ تدبر کے ساتھ

ہر حقیقت اسلامی کو کافرانہ اور اپنا

پسندیدہ لباس پہنایا ہے ۔ چنانچہ

قرآن کریم تاریخ اسلام اور احادیث

ہرگز سمجھ میں نہیں آسکتیں ۔ اور آپ

کسی طرح صحیح نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتے

جب تک اس عربی منصوبہ کو نہ

سمجھ لیں ۔ چنانچہ جناب علی مرتضیٰ

علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ۔

وَاعلَمُوا اَنّکُم لَن تَعرِفُوا الرُّشد

حتیّٰ تعرفوا الذی ترکہٗ ولن تاخذو ا بمیثاق الکتاب حتیّٰ تعرفوا الذی نقضہٗ وَلَن تمسّکوا بہ حتیّٰ تعرفوا الذی نبذہٗ (خطبہ صد 145)

اور آگاہ ہو جاؤ کہ تم ہدایت سے ہرگز متعارف نہیں ہو سکتے جب تک کہ تم ہدایت کو ترک کر دینے والوں سے متعارف نہ ہو جاؤ۔ اور تم قرآن کریم کے عہد و میثاق پر ہرگز قائم نہیں رہ سکتے جب تک کہ قرآن کے عہد کی خلاف ورزی کرنے والوں کی معرفت حاصل نہ کر لو۔ اور قرآن سے تمسک ہرگز نہیں رکھ سکتے جب تک قرآن کو پس پشت پھینکنے والوں کی شناخت نہ کر لو"

اور اپنے زمانہ کے منصوبہ سازوں کے لئے اِس خطبہ میں ذرا پہلے فرمایا تھا کہ کَاَنَّہُمْ اَئِمَّۃُ الکتاب ولیس الکتاب امامہم فلم یبق عندھم منہ الا اسمہ وَلا یعرفون الا خطّہٗ وَزَبرہٗ (الخ)

ت: گویا کہ وہ لوگ کتاب (قرآن) کے امام ہیں اور قرآن ان کا پیشوا نہیں ہے۔ اُن کے پاس اب قرآن کا صرف نام ہی نام رہ گیا ہے۔ اور وہ اُسے کوئی اہمیت نہیں دیتے سوائے اس کی خلاف ورزیوں کے"

(۴) فرمان مرتضوی کے مطابق ہم عربوں کے ہر بیان کو بڑی احتیاط اور دقّت نظر کے ساتھ جانچ کر قبول کرتے ہیں۔ اور تمام دنیا کو بتا دینا چاہتے ہیں کہ وہ ان کی تیار کردہ تاریخ۔ تفسیر و حدیث کو بلا تنقید و تبصرہ کبھی قبول نہ کریں۔ انہوں نے اسلام کی ہر ہر تعلیم کو بدل دیا۔ ہر عنوان میں رنگ آمیزی کی ہے۔ چنانچہ جن حقائق کو وہ بدل نہ سکے انہیں کم از کم مشکوک ضرور کر دیا ہے۔ اور یہ کام انہوں نے اس خوبصورتی اور اور تدریج کے ساتھ کیا ہے۔ کہ ہم قدم قدم پر انہیں داد دیتے ہیں۔ اور علماء کی کثرت نے ان کے بیانات

اور انتظامات میں اکثر مغالطہ کھایا ہے

(۴) ذرا اس ترکیب کو ملاحظہ فرمائیں کہ محبان محمدؐ و آلِ محمدؐ سے یہ سوال کیا جاتا ہے۔ کہ کیا ابی طالبؑ آنحضرتؐ پر ایمان لائے تھے؟ اور ہمارے جلد باز سادہ لوح افراد فوراً اس سوال کا جواب شروع کر دیتے ہیں۔ اور قرآن و حدیث و تاریخ سے جناب ابوطالبؑ کا ایمان لانا ثابت کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور خرچ کر دیتے ہیں۔ لیکن انہوں نے اس سوال کو قبول کرنے میں غلطی کی ہے۔ اس سوال کا جواب اس کے ذمہ ہے۔ جو عقل کا دشمن ہو۔ یہ سوال اس شخص سے ہونا چاہیئے جو ابوطالبؑ کو کسی وقت کافر مانتا ہو۔ چنانچہ ہم آن کفار سرشت النسانوں سے معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ کہ وہ دلیل پیش کریں۔ کہ ابوطالبؑ مومن نہ تھے۔ اور ساتھ آن کو بتا دو کہ تمہارے صاحب ایمان نہ ہونے کی دلیل خود قرآن ہے

یاایّھاَ الذین اٰمنُوا اٰمِنُوا باللّٰہِ و رسولہ و والکتٰب الذی نَزّل علیٰ رَسُولِہٖ والکتٰب الذی انزل من قبل الخ

مولانا رفیع الدین مرحوم کا ترجمہ ہے کہ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو ایمان لاؤ ساتھ اللہ کے اور رسولؐ اس کے کے اور کتاب کے جو اتاری ہے اوپر رسولؐ اپنے کے اور کتاب کے جو اتاری ہے پہلے اس سے"

یہاں ایسے مومنین کا تذکرہ ہے جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہوں نہ رسولؐ اللہ پر نہ وہ قرآن پر ایمان رکھتے ہوں نہ سابقہ کتابوں پر۔ حضرت ابی طالب علیہ السلام یقیناً ایسے مومن نہ تھے جن کا ایمان صرف دو لفظوں پر یعنی۔ "میں ایمان لایا" کہنے پر مکمل ہو جائے۔ ایسے مومنین دراصل کافر ہوتے ہیں۔ الغرض گذارش یہ تھی کہ ہم سے یہ سوال غلط کیا جاتا ہے۔ قارئین کرام خود اپنے متعلق سوچیں کہ وہ کس دن ایمان لائے تھے۔؟ ارے صاحب جس کا باپ

مسلمان جس کی ماں مسلم اس کے بچوں کو مسلمان ہونے یا ایمان لانے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ تو پیدائشی مسلم ہیں۔ البتہ اگر وہ کافر بننا چاہیں تو انہیں اعلان کرنا پڑے گا۔ بہرحال جس طرح چالاکی سے وہ ہم سے سوال کرتے ہیں اسی طرح ہم ان سے بات کرتے ہیں۔ وہ پوچھتے ہیں کہ ابوطالبؑ ایمان لائے تھے یا نہیں؟ ٹھیک۔ یعنی ان کے نزدیک ابوطالب علیہ السلام کا ایمان مشکوک ہے۔ وہ تحقیق کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے نزدیک ایک فرد مشکوک ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک تمام قریش مشکوک ہیں۔ اور ہمیں ان کی مرتب کردہ تاریخ نے مشکوک کیا ہے۔ لہٰذا ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا قریش ایمان لائے تھے؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا نبی ہاشم بھی قریش تھے! ہم نے ابوطالب علیہ السلام کے ایمان و عمل پر بڑا رہا مضامین و کتب پبلش کی ہیں۔ اب آپ ہمیں مندرجہ بالا دونوں سوالوں کا

جواب دیں۔ یہاں سے الٹی گنگا شروع ہوتی ہے۔ اور معترضین کو لینے کے دینے پڑتے ہیں۔ ہم اس اُمت کے ایک حجۃ الملۃ والدین علامہ شبلی نعمانی رحمت اللہ علیہ اور ایک سید صاحب سلیمان ندوی اور مسٹر پرویز کے قلم سے دکھاتے ہیں کہ رسولؐ اللہ کے زمانہ میں قریش و کفر ایک ہی چیز کا نام تھا۔ اور اس کے برعکس بنی ہاشم (ابوطالبؑ سمیت) اور ایمان بھی ایک ہی چیز کے دو نام تھے۔ وہ سب کافر تھے اور کافر رہے۔ یہ سب مومن تھے اور مومن رہے۔ کہیے؟ یہ اُلٹی گنگا ہے کہ نہیں؟ یہ وہ اُلٹی گنگا ہے۔ جو پورے کفر کو معہ کافروں کے ڈبو دیگی اور فرعون کی طرح اُن کی چیخ پکار تک نہ سنی جائے گی۔ ابوطالبؑ اور خانوادہ ابوطالب علیہم السلام سے کفر اور کافروں نفاق اور منافقوں، اور عربی منصوبہ والے مومنوں کو بڑا خطرہ رہتا چلا آیا ہے۔ کیوں نہ ہو؟ وہ دین پناہ تھے۔ خود دین تھے۔

خود ایمان بخشے۔ ایمان سے کافر کا یہ سوال
کہ تو کب ایمان لایا؟ اس کے کفر کی
بین دلیل ہے۔ اس کے ایمان ناآشنا
ہونے پر حجت ہے۔ اور یہ بھی سنیئے
کہ تحقیقات و تفتیش میں بڑی دقتیں
پیش آتی ہیں۔ کدوکاوش کرنا پڑتی
ہے۔ بیانات کو بار بار پڑھنے
اور سننے اور غور و فکر کرنے سے
جان چرانے والے تحقیق نہیں کرسکتے
لہٰذا یہاں پر آپ مضمون سے دماغی
تفریح کی امید نہ کریں۔ بلکہ ایک سخت
جان بن جائیں۔ تمام ہوش و حواس
عقل و تدبر کو جمع کرلیں۔ سنجیدہ
ہوجائیں۔ تاکہ آپ الجھے ہوئے اور
جان بوجھ کر الجھائے ہوئے حقائق
کو سلجھا سکیں۔

(۵) سب سے پہلے آپ جناب
شبلی نعمانی کی سیرۃ النبی طبع چہارم
جلد اول صفحہ ۲۱۲ پر نظر ڈالیں
اور دیکھیں کہ اعلان نبوت کے
وقت قریش کی پوزیشن کیا تھی۔؟

یہاں سے مولانا وہ اسباب اور وجوہات
لکھنا شروع کرتے ہیں۔ جن کی وجہ
سے قریش نے آنحضرتؐ کی مخالفت
کی تھی۔ دیکھئے۔ (شبلی۔ پرویز
اور سلیمان صاحبان کے بیانات اجلد
میں ہوں گے۔

(الف) قریش کی مخالفت اور اس کے اسباب

"مکہ کی جو عزت تھی کعبہ کی وجہ
سے تھی۔ قریش کا خاندان جو عرب پر
مذہبی حکومت رکھتا تھا۔ اور جس
کی وجہ سے وہ "ہمسائیگان خدا"
بلکہ "آل اللہ" یعنی خاندان الٰہی کہلاتے
تھے اس کی صرف یہ وجہ تھی کہ وہ
کعبہ کے مجاور اور کلید بردار تھے۔
اس تعلق سے قریش کا کاروبار زیادہ
پھیلتا گیا۔ یہاں تک کہ متعدد محکمے
اور بڑے بڑے مناصب (عہدے
احسن) قائم کئے گئے۔ جن کی تفصیل
یہ ہے۔

۱	منصب	منصب کی تفصیل	کس خاندان کو کونسا منصب حاصل تھا	آنحضرتؐ کے زمانہ میں کون لوگ ان مناصب پر ممتاز تھے
۲	حجابۃ	کعبہ کی کلید برداری اور تولیت		عثمان بن طلحہ
۳	رفادہ	غریب حجاج کی خبرگیری	خاندان نوفل	حرث بن عامر
۴	سقایۃ	حجاج کو پانی پلانے کا انتظام	خاندان ہاشم	حضرت عباسؓ
۵	مشورہ		خاندان اسد	یزید بن ربیعۃ الاسود
۶	دیات	خون بہا کا فیصلہ	خاندان تیم	حضرت ابوبکرؓ
۷	عقاب	علم برداری	خاندان امیہ	ابوسفیان
۸	قبۃ	خیمہ وخرگاہ کا انتظام اور سواروں کی افسری	خاندان مخزوم	ولید بن مغیرہ
۹	سفارت	سفیر ہو کر جانا اور جن قبائل میں یہ نزاع پیش آئے کہ شریف تر کون ہے فیصلہ کرنا	خاندان عدی	حضرت عمرؓ
۱۰	ازلام ایسار	محکمہ مال کا انتظام	خاندان جمح	صفوان بن آمیہ
۱۱	اموال	مہتمم خزانہ	خاندان سہم	حارث بن قیس

یہ جدول آپنے دیکھ لی ۔ اسی سلسلہ کی ایک اہم بات اور سنیئے ۔ فرمایا ہے کہ ۔

(ب) :- "آغاز اسلام میں جو لوگ قریش کے روسائے اعظم تھے ۔ اور جن کی عظمت و اقتدار کا اثر تمام مکہ پر تھا۔ اُن کے نام یہ ہیں۔

۱۔ ابو سفیان بن حرب (امیر شام یعنی معاویہ کے باپ) ۲۔ ابو لہب ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا (معاذاللہ احسن) ۳۔ ابوجہل ۴۔ ولید بن مغیرہ خالد کا باپ) ۵۔ عائل بن وائل سہمی (عمرو بن العاص کا باپ) ۶۔ عتبہ بن ربیعہ (امیر معاویہ کا نانا) (صہ 213)

(۲) آپنے دونوں فہرستیں دیکھ لیں۔ ان صاحبانِ مناصب و مالکان اقتدار میں جس قدر نام آئے ہیں اُنہیں خاص طور پر نوٹ کرلیں ۔ اور یہ دیکھیں کہ اُن میں دو ایک نام جن کی ہاشمیت مشکوک ہے کے سوا کوئی شخص بنی ہاشمؑ سے نہیں ہے ۔ خصوصاً جناب ابو طالبؑ سربراہِ خاندان بنی ہاشم اس فہرست میں نہیں ہیں ۔ اور ہمیں فخر ہے ۔ اُن کے اس تدبر و تدریج پر جس سے انہوں نے اپنے دامن کو بت پرستی اور ان کی نگہداشت سے پاک رکھا اور کعبہ کے انتظامات سے الگ ہوگئے۔ یہ مقام یاد رکھیں ہم اس کا حوالہ دیں گے ۔ یہاں ایک اصول ملاحظہ ہو شبلی صاحب مخالفت کا ایک فطری سبب لکھتے ہیں ۔

(ج) :- "ناتربیت یافتہ اور تندخو قوموں کا خاصہ ہے ۔ کہ کوئی تحریک جو اُن کے آبائی رسم وعقائد کے خلاف ہو، ان کو سخت برہم کردیتی ہے ۔ اس کے ساتھ ان کی مخالفت محض زبانی مخالفت نہیں ہوتی ۔ اور ان کی تشنگیٔ انتقام کو خون کے سوا کوئی چیز بجھا نہیں سکتی" (صہ 213) (مخالفت کا پہلا سبب) دوسرا سبب ملاحظہ ہو۔

(د) عرب ایک مدت سے بت پرستی

میں مبتلا تھے۔ خلیل بت شکن کی یادگار۔ کعبہ تین سو ساٹھ معبودوں سے مزین تھی۔ جس میں ہبل خدائے اعظم تھا۔ یہی بت ہر قسم کے خیر و شر کے مالک تھے۔ پانی برساتے تھے۔ اولادیں دیتے تھے۔ معرکہ ہائے جنگ میں فتحیں دلاتے تھے۔ خدا۔ یا تو سرے سے نہ تھا۔ یا تھا تو وجود معطل تھا۔ اسلام کا اصل فرض اس طلسم کو دفعتاً برباد کر دینا تھا قریش کی عظمت اور اقتدار اور عالم گیر اثر کا بھی خاتمہ تھا۔ اس لئے قریش نے شدت سے مخالفت کی۔ اور ان میں سے جن لوگوں کو جس قدر زیادہ نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا۔ اسی قدر مخالفت میں زیادہ سرگرم تھے۔"

(۷) یہاں ٹھہر جائیں اور یہ سمجھ کر آگے بڑھیں کہ مندرجہ بالا (ج) و (د) سے ثابت ہو گیا کہ۔

۱ اسلام کی تحریک یا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ کا دعوائے نبوت اور تبلیغ اسلام جناب ابو طالب علیہ السلام کے آبائی دین کے عین مطابق تھی ۲ آدھر یہ ثابت ہو گیا کہ کعبہ میں رکھے ہوئے بتوں سے جناب ابو طالبؑ کو کسی قسم کی دلچسپی نہ تھی۔ ۳ بلکہ وہ سوچ سمجھ کر اپنے مذہب کے مطابق اور خصوصاً حضرت خلیلؑ بت شکن کے عین مطابق ان بتوں کے ساتھ ساتھ قریش کی عظمت و اقتدار کے برباد کرنے کی پوری اسکیم کے ملجاوماویٰ اور سرپرست و حامی ناصر و مددگار تھے۔ بتایئے کافر اگر انہیں ایمان دار نہ مانیں تو اور کیا کہیں؟۔ یاد رکھیئے کہ ابو طالبؑ عرب کے مذکورہ صاحبان اقتدار کے لئے ایک مصیبت تھے۔ ایسی مصیبت کہ جو آج بھی زندہ و توانا ہے۔ جس نے ان کی حکومت و اقتدار کے جنازے نکالے جس نے ان کے دلوں میں ایسے زخم لگائے جو کبھی نہ بھرے۔ ناسور بنے اور رستے رہے۔ پوری جبروت و سطوت کے باوجود۔ پہرہ داروں اور نگہبانوں

کے ہجوم میں یہ لوگ خانوادہ ابوطالبؑ کے نحیف سے نحیف فرد کے خوف سے لرز اٹھتے تھے۔ خوابگاہوں میں چیخیں بلند ہو جاتی تھیں۔ خواب میں کوئی ابوطالبؑ کا جایا قیدی دیکھا تو شہنشاہ وقت چارپائی سے گر جاتا تھا۔ گھنٹوں گھگی بندھی رہتی تھی۔ بچاروں کے پاس لے دے کر ایک ہی تو الزام رہ گیا ہے۔ آپ اس سے بھی چیں بجبیں ہو جاتے ہیں۔ قرآن و حدیث کے ساتھ مقابلہ میں آجاتے ہیں۔ ذرا انصاف کرو۔ تم تو عدل کو پسند کرتے ہو۔ ابوطالب علیہ السلام کو (معاذاللہ) کافر کہنے کیلئے انہیں اپنی عادت وخصلت، اپنے دین وملت۔ اپنے اباؤ اجداد کی سنت کے خلاف کیسی مہنگی اور رسوا کن قیمتیں ادا کرنا پڑیں۔ یعنی اسلام کا لبادہ پہننا پڑا یا جسے سوچ سمجھ کر پاگل مجنوں۔ دیوانہ کاذب اور سحر زدہ قرار دیا تھا۔ اسی کا کلمہ۔ دن میں پانچ دفعہ بلند میناروں

سے سننا اور پڑھنا پڑا۔ ہائے افسوس انہیں یہ بھی سننا پڑا۔ سنا ہی نہیں پڑا۔ بلکہ کہنا پڑا کہ ابوطالبؑ کی اولاد کی محبت ومودۃ و اطاعت وحرمت و عزت وقار واجب ہے۔ ان کا دشمن۔ برا چاہنے والا۔ ان کو خفا کرنے والا جہنمی ہے۔ ہائے ہائے عرب کے غیور و عظیم وجلیل انسان یوں ذلیل وخوار ہونا اختیار کر لیں۔ اور آپ انہیں ذرا سی بات بھی نہ کہنے دیں۔ یقین کیجئے کہ اگر ابوطالب علیہ السلام کی نصرت ناکامیاب ہو جاتی اور کفار غالب آجاتے تو یقیناً ابوطالبؑ کو ہرگز کافر شمار نہ کرتے بلکہ کفر کا مخالف ہونے کی وجہ سے ان کے ساتھ وہی سلوک کرتے جو کربلا میں کیا گیا۔ وہ لوگ کافروں کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر انعام دیتے اور کسی طرح ابوطالبؑ کا نام کافروں کی فہرست میں برداشت نہ کرتے۔ ہزاروں گواہیاں گذھ رتیں کہ ابوطالبؑ پکا مومن اور مسلم تھا۔

کفر کے خلاف تمام ذمہ داری اسی پر عاید کرتے۔ دوستو شکر کرو کہ ابوطالب علیہ السلام کی کافر کہنے کہنے کے لئے انہیں سلمان تو ہونا پڑا۔ ورنہ وہ وہی لوگ تھے جہنوں نے جب موقعہ ملا تو صاف کہا کہ نہ کوئی وحی آئی تھی نہ فرشتہ نازل ہوا تھا۔ ہماری نصیحت ہے کہ انہیں زیادہ تنگ نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ اس دفتر سے بالکل ہی نام کٹوا لیں۔ اُس وقت تو خانوادہ ابوطالب علیہم السلام نے چاروں طرف سے گھیر کر مجبور کر دیا تھا۔ اُن کی قربانیاں حق پرستی اللہ کے نام پر فداکاریاں اُن لوگوں کا سر جھکا گئیں۔ یہ مقام بہت ہی مناسب ہوگا جہاں آپ کو تمام عرب اور قریش کی طرف سے ابوجہل کی زبانی مگر پرویز کے قلم سے ایک نوحہ وفریاد سناتے ہیں۔ معارف القرآن جلد چہارم ص۲۵۵ طبع اوّل میں پرویز صاحب نے لکھا کہ۔

(۸) (۸) وہ اس تعلیم کے فروغ میں اپنی موت مضمر دیکھتے تھے۔ اس لئے وہ اسے آسانی سے کس طرح قبول کر لیتے۔ اس آنے والے انقلاب کے تصور سے ان کی روح کانپتی تھی۔ اسی لئے ابوجہل غلاف کعبہ تھام تھام کر فریاد کرتا تھا۔

سینۂ ما از محمدؐ داغ داغ +
از دمِ اُو کعبہ را گل شد چراغ
ساحر و اندر کلامش ساحریست
ایں دو حرفِ لا الٰہ خود کافریست
تابساطِ دینِ آبا در نورد
با خداوندانِ ما کرد آنچہ کرد

وہ چلاتا تھا کہ

مذہب او قاطعِ ملک ونسب
از قریش و منکر از فضلِ عرب
در نگاہِ او یکے بالا و پست
با غلامِ خویش بر یک خواں نشست

اس کے نزدیک یہ سانحہ قیامتِ صغریٰ سے کم نہ تھا۔

قدرِ احرارِ عرب نشناختہ
با کلفتانِ حبش در ساختہ
احمراں با اسوداں آمیختند۔

آ ہو وے تو دہ مانے ریختند
اس لیئے وہ حجر اسود کو پکار کر
کہتا تھا۔

باز گو اے سنگ اسود باز گو
آنچہ دیدیم از محمدؐ باز گو

اور کبھی کعبہ کے سب سے بڑے
خدا سے فریاد کرتا تھا۔

اے ہبل اے بندہ را پوزش پذیر
خانۂ خود را ز بکیشاں بگیر
گلۂ شاں را بگرگاں کن سبیل
تلخ کن خرمائے شاں را بر نخیل

اور اس نالۂ و فریاد اور سب و شتم
سے اپنے دل کی آگ ٹھنڈی کرتا
تھا۔ (ص 256)

(۹) پرویزی بیان ختم ہو گیا۔
یہ لیکن نوحہ ابھی جاری ہے۔
اور قیامت تک جاری رہے گا۔
الفاظ بدل لیئے گئے ہیں۔ راگ مختلف
ہو گیا ہے۔ الفاظ و اصطلاحات
سے رخ بدل لیا ہے۔ لیکن کفر و
اہل کفر برابر نوحہ کناں ہے۔ ذرا
غور فرمائے کہ جس انقلاب میں
ان کی اور ان کے مذہب کی موت
مضمر تھی۔ اس کو کس نے پالا۔؟
کس نے پرورش اور تربیت کی۔؟
کس نے آسے مستقیم بنا کر قریش
و عرب کی طرف متوجہ کیا۔ (ووجدک
ضالا فھدی) ارے سرکار یہی تو
ابو طالب علیہ السلام ہیں۔ جو اس
انقلاب کو انگلی پکڑ کر چلنا سکھا
رہے ہیں۔ جو اسے اپنے سینے پر سلاتے
ہیں۔ کہ سینہ میں حضرت اسماعیل
علیہ السلام کے بعد ۲۵۰۰ سال سے
کافروں کی بھڑکائی ہوئی آگ جمع
ہے۔ ابلیس کے خلاف انتقام کے
شعلے بھڑکتے ہیں۔ وصایائے انبیاء
علیہم السلام کا ہجوم ہے۔ اس سینہ
کی گرمی پہنچاتے ہیں سرکار دو عالم
کو۔ اس قلب سے ابھری ہوئی لوریاں
دیکر سلاتے ہیں محبوب خدا کو
دشمنان خدا سے روشناس کراتے
ہیں۔ عربوں کی ذہنیت، خصلت اور

سنت کے راز بتاتے ہیں تاکہ سرکارؐ
رسالت تنقید قرآن کی تدریج قائم
کریں اور اپنے لامحدود وہبی علم کے
عملی پہلو متعین و متشخص کرلیں ۔
حضرت ابوطالب علیہ الصلوٰۃ والسلام
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کے لئے
وہ مادّی بصیرت و بصارت تھے ۔
جس کے ذریعہ حضورؐ مادّی حیثیت
سے نبوت و رسالت کی اسماعیلی و
اسرائیلی دونوں شاخوں کے تمام
احوال و واقعات ونشیب و فراز
دیکھ سکیں ۔ ابوطالب علیہ السلام
اَلَّذِی عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ
مَا لَمْ یَعْلَمْ (96/4-5) کے مادی
محسوس ذرائع میں سے ایک ذریعہ
تھے ۔ اور عَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ
(4/113) کی تعلیم میں منجانب خداوند
کریم فضل اللہ تھے ۔ جس کی وجہ
سے قریش اور اہل کتاب باوجود
کوشش کے آنحضرتؐ کو ڈگمگا
نہ سکے ۔ اور خدا نے فرمایا کہ وَلَوْلَا

فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ وَرَحْمَتُہٗ لَہَمَّتْ طَّآئِفَۃٌ
مِّنْہُمْ اَنْ یُّضِلُّوْکَ ؕ وَمَا یُضِلُّوْنَ
اِلَّآ اَنْفُسَہُمْ وَمَا یَضُرُّوْنَکَ مِنْ
شَیْءٍ الخ ۔ (پوری آیت ملاحظہ ہو)
بہرحال ابوجہل کا نوحہ قریش کی بے چارگی کا اعلان عام
ہے اور خانوادہ ابوطالبؑ کو قریش کے مذہب اور سنت سے
ذرہ برابر ہمدردی نہ تھی وہ غلاموں حبشیوں اور
عجمیوں کو عربوں سے اور قریش کے
زعما سے بدرجہا بہتر سمجھتے تھے ۔
ان کے نزدیک غربا قریش کے امراء
رؤساء سے زیادہ قابل احترام تھے
حضرت علی علیہ السلام عربوں کی
حکومت کو ایک ٹوٹی ہوئی جوتی کے
ٹوٹے ہوئے تسمہ سے حقیر فرمایا کرتے
تھے ۔ بھیڑ کی ناک سے لگی ہوئی
گندگی سے بدتر قرار دیا کرتے تھے ۔
یہ وہ حقارت تھی جو عربوں نے
کبھی فراموش نہ کی ۔ ابوجہل اور
قریش کو اس نوحہ میں اسی قسم کی
شکایت ہے ۔ قریش اور عربوں نے
آنحضرتؐ کو اپنا سلطان و بادشاہ

بنانے کی۔ لڑکیاں دے کر داماد بنانے
کی۔ ساری دولت نچھاور کر دینے
کی پیشکش کی لیکن ان تمام چیزوں
کو ٹھکرا دیا گیا۔ ان زخموں کی
گہرائی میں اگر ہمالہ پہاڑ جھونک
دیا جائے تو کبھی نہ بھریں گے۔
گھر گھر ابوطالبؑ و خانوادہ
ابوطالبؑ کا پیدا کردہ سوگ تھا۔
نوحے تھے۔ آہ و بکا تھی۔ نہانا
دھونا۔ عمدہ لباس پہننا۔ آرام و
استراحت ترک کر دئے گئے تھے۔
اور صرف ایک ہی فکر تھی کہ کسی طرح
بنی ہاشم کو صفحہ ارض سے مٹا دیا جائے
کعبہ کے منصب داروں کو کعبہ کے
چھن جانے کا یقین ہو گیا تھا۔
اس لئے ہبل سے فریاد ہوتی تھی
تو کہیں لات و منات سے التجائیں
تھیں۔ پورے بنی ہاشم کو بھیڑیں
قرار دے کر بھیڑئے کا نوالہ بنانے
کی فکر تھی۔ حضرت ابی طالبؑ کو
نخل قرار دے کر اس پر محفوظ کھجوروں

یعنی آنحضرتؐ اور متعلقین کو تلخ کرا
دینے کی دعائیں تھیں۔ محمدؐ مصطفٰے
جس مذہب کو پیش کر رہے تھے وہ
قریش کی طرح بنی ہاشم کے نسب کو
قطع نہ کرتا تھا۔ ورنہ ابوطالبؑ بھی
اسی طرح دشمن ہوتے جس طرح ابولہب
دشمن تھا۔ مذہب و طریقہ محمدؐی میں
عربوں کا کوئی فضل و اکرام و خصوصیت
ہرگز نہ تھی۔ اگر ابوطالبؑ کا مذہب
بھی وہی ہوتا جو قریش اور عربوں کا
تھا تو یقیناً ابی طالبؑ ابوسفیان کا ساتھ
دیتے۔ اگر قریش و عرب کے مزعومہ
خداوندوں کو بنی ہاشم (معاذ اللہ)
رسولؐ اللہ کی مخالفت کرتے مگر بات
تو یہ ہے۔ کہ آنحضرتؐ وہ مذہب
پیش کر رہے ہیں جو محمدؐ اور ابوطالبؑ
اور تمام بنی ہاشم کا اپنا اور ان کے
باپ دادوں کا مذہب ہے۔ مِلَّةَ
اَبِيكُمْ اِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ
المسلمین ($\frac{22}{78}$) میں ابیکم صرف
محمدؐ مصطفٰے کے لئے نہیں ہے۔ یہ جمع

کا صیغہ ہے۔ اس میں تمام وہ حضرت
داخل ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام
کی صحیح اولاد تھے۔ یعنی جنہوں نے
ہرگز حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی نافرمانی نہیں کی بلکہ ہمیشہ
ہر حالت میں ان کی اتباع ہی کرتے
رہے۔ (ـــ) جن کا قول یہ تھا کہ
وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَآءِیْ اِبْرَاهِیْمَ
وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ۔ مَا کَانَ
لَنَا اَنْ نُّشْرِکَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ۔
ذٰلِکَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَیْنَا (الخ)
(12/38) میں تو اپنے آباؤ اجداد حضرات
ابراہیم و اسحٰق و یعقوب علیہم السلام
کی پیروی کرتا ہوں۔ ہمارے لئے
تو یہ بات ہے ہی نہیں کہ ہم (اولاد
ابراہیم) اللہ کیساتھ کسی قسم
کا بھی شرک کر سکیں۔ اللہ کے
افضال میں سے یہ بھی ہم پر ایک
فضل ہے۔ جن مبارک ہستیوں کا
تذکرہ ہو رہا ہے۔ ان کے لئے یہ
طے ہو چکا تھا۔ جبکہ۔ واذ قال ابراہیم

رَبِّ اجْعَلْ ھٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِیْ
وَ بَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ۔ رَبِّ اِنَّھُنَّ
اَضْلَلْنَ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِیْ
فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَ مَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّکَ غَفُوْرٌ
رَّحِیْمٌ (14/38) اور جب ابراہیمؑ نے
کہا اے میرے پالنے والے اس شہر
کو امن دینے والا بنا دے۔ اور مجھے
اور میرے بیٹوں کو صنم پرستی سے مجتنب
رکھ۔ پالنے والے ان بتوں نے واقعی
انسانوں میں سے کثرت کو گمراہ کر دیا
ہے۔ چنانچہ جو میری اتباع کرے وہی
مجھ سے ہیں۔ اور جو میری نافرمانی کرے
تو تو یقیناً غفور اور رحیم ہے۔"
چنانچہ نبی ابراہیمؑ یا ابراہیمؑ کی اولاد
صرف وہی لوگ ہیں جو شرک سے جدا
رہے اور ان کی اتباع کی۔ رہ گئے
نافرمان اور بتوں کے پجاری یا محافظ و
منتظم و منصبدار ان کو انبیاءؑ کرام
علیہم السلام ہمیشہ غفور اور رحیم
کے حوالہ کرتے چلے آئے۔ اس آیت
کی رو سے قریش اور تمام عرب نمرود

و فراعنہ کی شاخیں ہیں۔ وہ شجرہ ابراہیمی ہیں اگر کہیں کسی طرح تھے بھی تو منقطع کر دیئے گئے تھے۔ انہی کے نمائندوں کی فہرستیں مولانا شبلی نے پیش کی ہیں۔ انہی کے متعلق ہم الٹی گنگا بہانے چلے ہیں۔ ان کے اباؤ اجداد میں اگر ابراہیم علیہ السلام ہوتے تو ان کا آبائی مذہب بھی وہی ہوتا۔ عربوں نے اپنے آبائی مذہب کو جس مضبوطی سے پکڑے رکھا اس کی مثال خود عرب ہی ہیں۔ چنانچہ ملۃ ابیکم ابراہیمؑ سے قریش اور عرب یعنی بنی ہاشمؑ کے مخالفین کا کوئی رشتہ نہ تھا۔ نہ ملت و مذہب سے نہ خود نسب ابراہیمی سے۔ البتہ اقتدار و حکومت کے بل بوتے پر بار بار ایسا ہوتا رہا ہے کہ لوگوں نے اپنے شجرۂ نسب کو کسی بزرگ شجرہ سے ملا دینے کی کوشش کی۔ لیکن قرآن کریم و احادیث اور خود طرفداران اقتدار کے بیانات سے یہ راز فاش ہوتے چلے آئے ہیں۔ ہر مجرم سے جرم کے دوران ایک غلطی کا ہو جانا مقدر ہے۔ اور مفتش و محقق کیلئے وہ غلطی سرمایہ تحقیق و تفتیش بن جاتی ہے۔ خصائل ابراہیم و اسماعیل علیہم السلام جن لوگوں میں یکسر مفقود ہوں۔ نہ صورت ملتی ہو نہ سیرت کا شائبہ ہو وہ کیسے ان کے بیٹے ہو سکتے ہیں۔ تاریخ نے ان لوگوں کے حلیے لکھے ہیں۔ باوجود احتیاط کے ان کی صورتیں مکروہ اور سیرتیں بھیانک رہتی چلی آئی ہیں۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

(۱۰) جناب شبلی سے قریش کی عدالت کا ایک اور سبب ملاحظہ ہو لکھتے ہیں کہ۔

(و) "ایک بڑا سبب یہ تھا کہ قریش میں سخت بد اخلاقیاں پھیلی ہوئی تھیں۔

بڑے بڑے ارباب اقتدار نہایت ذلیل بد اخلاقیوں کے مرتکب تھے"

اس کے بعد چند بد معاشیوں اور بد معاشوں کا نام بنام ذکر کر کے

لکھا ہے۔ کہ
(ز) "اسی طرح اکثر ارباب جاہ مختلف قسم کے اعمال شنیعہ میں گرفتار تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک طرف بت پرستی کی برائیاں بیان فرماتے تھے تو دوسری طرف ان بد اخلاقیوں پر سخت دار وگیر کرتے تھے۔ جس سے ان کی عظمت واقتدار کی شاہی متزلزل ہوتی جاتی تھی" (ص 218)

(۱۱) اس بیان سے ایک دفعہ پھر واضح ہوا کہ جن کو قریش کہا جا رہا ہے۔ بنی ہاشم ان کی طرح نہ بت پرست تھے۔ نہ اعمال شنیعہ اور ذلیل بد اخلاقیوں سے ملوث تھے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ وہ بھی اپنی مذمت پر چراغ پا ہوتے اور قریش کی طرح آنحضرتؐ کے خلاف محاذ قائم کرتے۔ معلوم ہوا کہ بنی ہاشم کا طرز زندگی اور عملدرآمد عین اسلام کے مطابق تھا۔ چنانچہ بنی ہاشم کے پورے خاندان کے لئے ماننا پڑے گا کہ ان کا ہر فرد مسلم و مومن، صالح اور متقی تھا۔ اور اس سب کا سہرا جناب ابو طالب علیہ السلام کے سر تھا۔ وہ بنی ہاشم کے سربراہ تھے۔ اور پورا قبیلہ ان کے اسوۂ حسنہ پر عامل تھا۔ یہ زمین و آسمان۔ کفر و ایمان اور سیاہ و سفید کا فرق تھا جس کو قریش نے مشکوک کرنے کیلئے صدیوں تاریخ کو بگاڑا۔ تاریخ کو بگاڑنے کی ایک مثال بھی سن لیں مولانا شبلی کہتے ہیں۔

(ح) "ایک ضروری نکتہ۔ اگرچہ امر اب قطعی طور پر ثابت ہو گیا۔ کہ غزوۂ بدر کا سبب کاروان تجارت پر حملہ کرنا نہ تھا۔ تاہم اس گرہ کا کھولنا ضروری ہے۔ کہ ایسے صاف اور صریح واقعہ کے متعلق تمام ارباب سیر نے متفقاً کیوں غلطی کی؟ اور صحیح بخاری وغیرہ میں یہ تصریحات کیوں پائی جاتی ہیں۔ کہ بدر کی ابتدا قافلہ ہی پر حملہ کرنے کی غرض سے ہوئی تھی"

(۱۲) مولانا شبلی یہ بیان نہ بھی دیتے تب

بھی یہ ثابت شدہ حقیقت ہے۔ کہ غربی منصوبہ کی مصلحتوں کے تحت تمام مورخین و محدثین واقعات میں ہر ممکن رنگ آمیزی کرنے سے نہ چوکتے تھے۔ بخاری کی ایسی معتبر کتاب بھی یہی کہتی ہے۔ کہ رسولؐ اللہ نے (معاذ اللہ) اہل مکہ کے ایک تجارتی پر امن قافلہ کو لوٹنے اور قتل و غارت کر دینے کا حکم دیا تھا۔ اسی کے نتیجہ میں جنگ بدر پیش آئی۔

انا للہ و انا الیہ راجعون۔

ایک زمانہ تھا جب یہ امید کی جاتی تھی کہ رفتہ رفتہ رسولؐ اللہ کے نام پر اور انہی کا اسوہ اور عمل بنا کر لوٹ مار اور قتل و غارت ہمیشہ جاری رکھی جا سکے گی۔ چنانچہ اس پر باقاعدہ عمل ہوتا رہا۔ غیر مسلموں کا حال تو معلوم ہے۔ لیکن تاریخ بتاتی ہے کہ عین حالت نماز میں نمازیوں کو گرفتار کیا جاتا تھا اور گاؤں کے گاؤں قتل و غارت لوٹ مار سے تباہ کر دئے جاتے تھے۔ تاریخ سے مالک بن نویرہ اور اس کے گاؤں کا واقعہ مٹایا نہیں جا سکتا۔ مسلمان نمازیوں کو قتل کیا گیا۔ ان کے ناموں کی حرمت کو ضائع کیا گیا۔ ان کی عورتوں اور بچوں کو کنیزیں۔ اور غلام بنایا گیا۔ اسی مسئلہ کی روسے جس کو جناب شبلی نعمانی نے باوجود بخاری و مسلم جیسی کتابوں میں ہوتے ہو باطل ثابت کیا ہے۔ چنانچہ مورخین کا اتفاق اور محدثین کی وثاقت سے باطل و حرام فعل کو حق و جائز نہیں کہا جا سکتا۔ اس قسم کے ہزاروں حقائق ہیں جن کو غربی منصوبہ سازوں کے اشارہ پر پوشیدہ کر لیا گیا یا ان کی صورت کو بدل دیا گیا۔ یا کم از کم مشکوک کر دیا گیا۔ بالکل اسی طرح۔ قطعی اسی انداز سے اور عین اسی قسم کے مقاصد کے ماتحت حضرت ابوطالبؑ ایسی عظیم ترین ہستی۔ محسن رسولؐ ماماۓ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پوزیشن کو مشکوک

کرنے کی انتہائی کوشش کی گئی لیکن یہاں مورخین کے درمیان اتفاق نہ ہوسکا اس لئے کہ بعض مورخ اس معاملہ میں خریدے نہ جاسکے۔ خود مولانا شبلی ہی کو لیلو کے وہ اس روایت کو غیر معتبر قرار دیتے ہیں جس پر حضرت ابی طالبؑ کا ایمان نہ لانا منحصر کیا گیا ہے۔ (صفحہ 248) مگر افسوس کہ سید سلیمان ندوی اپنی سیادت کے ثبوت میں اپنے استاد یعنی شبلی نعمانی کے خلاف اپنے جد امجد کو کافر ماننے پر مصر ہیں (حاشیہ 248) ہم انہیں مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ کہ آخر وہ اپنے جد کو پہچان لینے میں کامیاب ہوگئے اور ساتھ ہی استاد (جو باپ کے برابر ہوتا ہے۔) کا حق ادا کر دیا۔

(۱۳) اپنے دیکھ لیا کہ آج چودھویں صدی میں بھی حضرت ابو طالب علیہ السلام کے ایمان کی بحث اتنی خطرناک حد تک محسوس کی جاتی ہے۔ کہ شاگرد استاد کا منہ نوچ لینے میں تکلف نہیں کرتا بہرحال بنایا یہ جارہا تھا کہ تاریخی بیانات آج چودہ سو سال کے بعد غلط ثابت کئے جا رہے ہیں۔ واقعی مولانا شبلی نے نہایت شاندار طریقہ پر جنگ بدر کی بخاری و مسلم وغیرہ میں مذکورہ وجہ کو باطل ثابت کیا ہے۔ لہذا سوچ سمجھ کر یہ کہنا چاہیئے کہ تاریخ سے ابو طالب علیہ السلام کا ایمان لانا ثابت نہیں ہے۔ اسی لئے ہم نے الٹی گنگا شروع کی اور کفار عرب کے ہتھکنڈے آپ کے سامنے رکھتے چلے جانا ضروری خیال کیا ہے۔ اس کے بعد آپ یہ دیکھیں کہ شبلی صاحب وہ سبب بیان کرتے ہیں جس کی بنا پر بعض تاریخی بیانات کا غلط ہوجانا ضروری تھا۔ ناظرین سے التماس ہے۔ کہ اس پہلو کو نہایت غور و فکر کے ساتھ مطالعہ فرمائیں۔ لکھتے ہیں کہ

(ط) :۔ اصل یہ ہے کہ اصول جنگ کے موافق اکثر غزوات میں یہ ظاہر

نہیں کیا جاتا تھا۔ کہ کدھر جانا اور کس غرض سے جانا مقصود ہے؟ صحیح بخاری میں حضرت کعب بن مالک جو مشہور صحابی ہیں۔ ان کا قول نقل کیا گیا ہے۔ وَلَمْ يَكُنْ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یرید غزوۃ الا وَرّٰی بغیرہا۔ اور آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم جب کسی غزوہ کا ارادہ فرماتے تھے تو کسی اور موقعہ کا توریّہ فرماتے تھے۔ (ص 364)

(۱۴) اس کے بعد مولانا توریہ کے معنی بتاتے ہیں۔ سننے۔

(۱) :- توریہ کے معنی شارحین بخاری نے یہ لکھے ہیں۔ کہ آپ ایسے موقعہ پر مبہم اور محتمل المعنین الفاظ استعمال فرماتے تھے۔ گو میرے نزدیک یہ کلیۃً اس معنی میں صحیح نہیں، تاہم واقعات کے استقصاء سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے۔ کہ بعض موقعوں پر واقعہ اس طرح مبہم رکھا جاتا تھا۔ کہ لوگ مختلف قیاس پیدا کرتے تھے۔ (ص 364)

(۱۵) بعض نوجوان شبلی صاحب کے اس بیان کو ٹھیک سے سمجھ کر لطف اندوز نہ ہو سکیں گے۔ ان کے لئے ہم چند وضاحتی نظریں لکھنا ضروری سمجھتے ہیں۔ توریَۃ مصدر ہے۔ اس کے معنی ہیں۔ چھپانا۔ کسی مفہوم کو پوشیدہ اور محفوظ کرنا۔ (TOCONCEL)

(TODISSEMBL) (TOHIDE TO)

(TOALLUDE AMBIGUOUSLY TO)

ترکیب سے مفہوم پوشیدہ کر جانا ساتھ ہی جھوٹ نہ بولنا۔ یہ ہیں اصطلاحی معنی۔ مثلاً آپ دریافت کرتے ہیں کہ۔ جناب آپنے کتنا لکھا پڑھا ہے؟ جواب ملتا ہے۔ بھائی گذارہ کر لیتا ہوں۔ اس جواب سے آپ سمجھے کہ معمولی اردو وغیرہ پڑھا لکھا شخص ہے۔ لیکن اس کے جواب میں لکھنے پڑھنے کے لئے ایک لفظ بھی نہیں ہے۔ آپنے خود ہی سمجھ لیا کہ گذارہ کر لیتا ہوں

کا مطلب ہے۔ کہ اتنا لکھا پڑھا ہوں
کے اپنے معمول کے کام چلا لیتا ہوں۔
لہذا توریہ کا مطلب یہ ہے کہ کلام
ایسا کیا جائے جس سے کذب لہو اور
اصل بات بھی معلوم نہ ہونے پائے
اور متعلقین کا اطمینان بھی ہو جائے۔
یاد رکھیئے کہ توریہ تقیہ کے مبادیات
میں سے ایک علمی طریقہ ہے۔ جس سے
مصلحت نافذ کی جا سکتی ہے۔ لہذا
مولانا شبلی نے مان لیا کہ دشمنوں
یا نا اہلوں سے کسی عمل کو پوشیدہ
رکھنا تاکہ عمل سے غلط فائدہ نہ
اٹھایا جا سکے سنت نبوی ہے۔ اور
ہر بات کو کھول کر بیان نہ کرنا مصلحتاً
جائز ہے۔ لہذا یہاں ہمیں آن
جہلا سے یہ شکایت ہے کہ جناب
ابو طالب علیہ السلام کے متعلق انہیں
کسی مصلحت کا خیال کیوں نہیں
آتا۔ وہ کیوں چاہیئے ہیں کہ وہ
طریقہ انبیاء علیہم السلام کو اس کے
موزوں ترین مواقع پر بھی استعمال

نہ کریں۔ یہ پہلو ہم مناسب جگہ پر
دوبارہ سامنے لائینگے۔ یہاں یہ دیکھیں
کے تنفید اور توریہ کیوں ضروری ہے؟
یہ بھی مولانا کے قلم سے ملاحظہ ہو۔
(کش) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے مکہ کی تیاریاں کیں۔ اتحادی
قبائل کے پاس قاصد بھیجے کہ تیار
ہو کر آئیں۔ احتیاط کی گئی کہ اہل
مکہ کو خبر نہ ہونے پائے حضرت
حاطبؓ بن ابی بلتعہ ایک معزز صحابی
تھے۔ انہوں نے قریش کو مخفی خط لکھ
بھیجا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
مکہ کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ آنحضرتؐ
کو اس واقعہ کی اطلاع ہو گئی حضرت
علیؑ (اور حضرت زبیرؓ۔ حضرت مقدادؓ
اور حضرت ابو مرثد غنوی) کو بھیجا کہ
قاصد سے خط چھین لائیں۔ خط آنحضرتؐ
کی خدمت میں پیش ہوا۔ تو تمام
لوگوں کو حاطب کے افشائے راز
پر حیرت ہوئی۔ حضرت عمر بیتاب
ہو گئے۔ اور عرض کی کہ حکم ہو تو

اس کی گردن اڑا دوں "۔ (ص 511-512)

(۱۶) ہم جناب شبلی سے یہ دریافت نہ کریں گے کہ سرکار آپنے جب حاطب کا نام پہلے لکھا تو ان کے ساتھ حضرت بھی لکھا اور رضی اللہ عنہ کا دمِ بھی لکھا اور انہیں ایک معزز صحابی بھی بتایا۔ لیکن آخر میں جب نام آیا تو بچارے حضرت صاحب نہ معزز رہے نہ خدا ان سے راضی رہا صرف حاطب لکھ کر آپ نے ان کو کیوں چھوڑ دیا ؟ قاصد کو پکڑنے اور خط چھین لانے کے لئے حضرت علی علیہ السلام کے بعد یہ بر یکبط کیوں چپکا دیا ؟ کیا تمہارے خیال میں وہ تنہا کافی نہ تھے ۔؟

بہرحال ہم مولانا کو مذہبی رعایت دیتے ہیں جس قدر وہ حق بیان کریں اس پر ان کے مشکور ہیں ۔

(۱۷) ناظرین مندرجہ بالا حادثہ اپنے دیکھ لیا ۔ یہ ایک معزز صحابی کا حال تھا ۔ وہ واقعی معززین میں داخل رہا ہوگا ۔ ورنہ اس سے آپ چند باتیں سیکھیے ۔ اول یہ کہ معزز صحابہ میں ایسے لوگ موجود تھے جو موقعہ ملنے پر کفار کو آنحضرتؐ کے راز بتا دیا کرتے تھے یعنی قریش کی طرف سے جاسوسی کے لئے معزز مقام حاصل کرنا ضروری تھا کہ راز معلوم ہوتے رہیں ۔ دوم یہ کہ قرآن کریم میں مسلمانوں کو بتایا گیا ہے کہ اگر تمہیں تمہارے ماں باپ ۔ عزیز اقارب ۔ اولاد اموال وغیرہ اللہ اور رسولؐ سے زیادہ عزیز ہیں تو جہنم کے لئے تیار رہو ۔ سوم یہ کہ اگر یہ خط کسی دشمن پارٹی کی طرف سے جلتا اور ترسیل خط میں ایسی غلطی کی جاتی جس سے خط بھی پکڑا جائے اور پارٹی بھی ظاہر ہوجائے تو یقیناً پارٹی کی طرف سے ایسے بار احتیاط شخص کی سزا سزائے موت ہوتی ۔ جس نے ادھر اپنے فرائض

میں کوتاہی کی اور ادھر پوری قوم کو تباہ کرانے کا باعث بنا۔ چہارم یہ کہ اگر جناب ابوطالبؑ علیہ السلام کے متعلق ہمیں ایسی ایک بھی حرکت معلوم ہو جاتی جیسی کہ ان رضی اللہ عنہ حضرت صاحب نے کی تھی۔ تو قسم بخدا ہیں انہیں دشمنان اہل بیتؑ کی اسی فہرست میں شمار کرنا جو ہمارے یہاں معروف و مشتغل ہے پانچویں یہ کے اگر اس تمام کے بعد بھی وہ حضرت رضی اللہ عنہ ہیں۔ تو جناب ابی طالبؑ بلاشبہ صلوٰۃ اللہ علیہ ہیں چھٹی یہ کہ یہاں یہ دیکھیئے کہ حضرت ابی طالب علیہ السلام کی فدا کاریاں مانی جاتی ہیں۔ اور ان کے لیئے ہر ایسے عمل و قول کا انکار کیا جاتا ہے کہ جس سے آنحضرتؐ یا مسلمانوں کا نقصان مدنظر ہو۔ اس کے باوجود انہیں (معاذ اللہ) مومن تسلیم کرنے میں ایک مخصوص ذہینت کو تکلف ہوتا ہے۔ لیکن حاطب کو مومن کہنے اور اللہ کو اس سے زبردستی راضی کرنے پر ایڑی چوٹی کا زور لگایا جاتا ہے۔ یہاں تلاش کرو۔ یہیں کہیں کفر پوشیدہ ہے۔

(۱۸) دیکھا آپنے توریہ کیوں ضروری ہے۔ بالتقیہ کیوں لازم ہے تاکہ کفّار و منافقین اور عربی قسم کے مسلمین کے خطرات سے محفوظ رہ کر دین کو تیزی و کامیابی سے نافذ کیا جاسکے۔ چونکہ توریہ اور مصلحت کی بات ہو ہی گئی اس لئے آپ کے روبرو یہ بھی پیش کردیں کہ اولیں مسلمانوں کو ممانعت تھی کے وہ ایک خاص حالت کے سوا خود کو مسلمان ظاہر نہ کریں۔ خاموشی سے حکمت کیسا تھ دعوت اسلام دیں۔ اور یہ کام اپنے اعتماد کی نسبت سے کریں۔ تاکہ قریش کو تدارک کا موقعہ نہ ملے اور مذہب اسلام بلا مزاحمت پھیل جائے۔ اور اسلام کا پھیلنا بھی انہیں بے ڈھنگے طریقہ پر منظور نہ تھا۔ حضرت ابوطالب علیہ السلام اپنے مرنے سے پہلے اسے داخلی انتظامات کرا دینا چاہتے تھے کہ جو اُن کی وفات کے بعد ۔۔۔

آنحضرتؐ کی فطری حمایت و صیافت کا سبب بن جائیں۔ لہذا نہایت محنت و احتیاط سے تبلیغ کی جاتی تھی تاکہ قریش اس پروگرام اور اس کے نتائج پر مطلع ہو کر تدارک نہ کرنے پائیں۔ اسلام لانے والے ایسے لوگ ہوں جو قریش کے خلاف جم کر کھڑے ہو سکیں۔ ساتھ ہی تہذیب و اخلاق اور مصلحت کے تحت قریش کو چڑایا نہ جائے۔ انہیں ایک دم خطرہ محسوس نہ ہونے پائے۔ یہ سب کچھ تقیہ و توریہ جیسے بے پناہ شرعی اصولوں کی مدد سے کیا جا رہا تھا۔ اس سلسلہ کی دو ایک چیزیں شبلی صاحب سے سنیئے۔ لکھا ہے کہ۔

(ل) "یہ امر واقعی طور پر ثابت ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت سے پہلے ہی بت پرستی کی برائی شروع کر دی تھی۔ اور جن لوگوں پر آپ کو اعتماد تھا۔ ان کو اس سے منع فرماتے تھے۔ (ص ۱۹۲)

(۱۹) یہاں یہ نوٹ کریں کہ اعلان نبوت کر دینے کے بعد سے نبوت شروع کرنا اور اس کے بعد سے آنحضرتؐ کو نبیؐ ماننا شبلی صاحب کے بیان سے باطل ہو گیا۔ لہذا تاریخ میں جہاں کہیں آپ کو نبوت کی ابتدا اعلان نبوت کے بعد ملے۔ اسے کفار قریش کے منصوبہ سازوں کی کارفرمائی سمجھ کر نظرانداز کر دینا چاہیئے۔ ورنہ حقیقتاً نبوت محمدیہ کائنات کی ابتدا کے پہلے سے شروع ہوتی ہے مگر اپنی آخری اور مکمل صورت میں پیدائش محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ ساتھ ماننا پڑیگی۔ اور ہم تو اَوَّلُنَا مُحَمَّدٌ وَّ آخِرُنَا مُحَمَّدٌ اَوْسَطُنَا مُحَمَّدٌ کے اصول سے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے بعد تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کے ادوار میں انکے تمام اوصیا و آئمہ علیہم السلام کو روزِ ازل سے قیامت تک محمدؐ ہی محمدؐ مانتے چلے آتے ہیں۔ دوسری چیز یہ نوٹ کریں کہ مولانا شبلی اعلان نبوت سے پہلے کی تبلیغ کو

اعتماد اور بھروسہ سے مشروط قرار دیتے ہیں۔ یعنی اس زمانہ میں تبلیغ صرف ان کو کی جاتی تھی جن پر آنحضرت ؐ کو کامل بھروسہ تھا کہ وہ قبل از وقت اس راز کو فاش نہ کریں گے۔ غور و خوض کریں گے اور یہ کہ وہ ضرور دین اسلام کو اختیار کرلیں گے۔ یہ قابل بھروسہ اور یقین لوگ وہی ہو سکتے ہیں جن کو سابقہ تعلیمات خداوندی مسلسل معلوم ہوں۔ جو مصلحت انبیاء سے آگاہ ہوں۔ جن کو اصول تدریج کے فوائد و قواعد پر یقین ہوا۔ اور جو کسی طرح بھی ان مصالح کی خلاف ورزی نہ کریں۔ پھر یہ وہ لوگ ہونا چاہئیں جن کو نہ صرف تعلیمات انبیاء علیہم السلام کا ربط و تسلسل معلوم ہو بلکہ اس وقت کے عربوں اور دشمنان تعلیمات خداوندی پر بھی مطلع ہوں تاکہ اس راز کو ان سے محفوظ رکھیں اس کے بعد یہ نوٹ کریں کہ یہ راز چونکہ محفوظ رہا اور آج تک نبوت

کی ابتدا پر بحثیں ہوتی ہیں۔ اور اکثر کم علم لوگ یا منصوبہ ساز حضرات کا عقیدہ یہی ہے۔ کہ اعلان نبوت کے بعد سے نبوت شروع ہوئی۔ اس سے پہلے وہ آنحضرت ؐ کو نبی نہیں مانتے۔ اس سے ان لوگوں کی عظمت ثابت ہوگئی جنہوں نے باوجود تبلیغ ہوتے رہنے۔ باوجود تعلیمات نبوت سے فیض یاب ہوتے رہنے کے ناقابل اعتبار لوگوں کو اس راز کی ہوا تک نہ لگنے دی۔ یہاں یہ تسلیم کرنا ہی پڑے گا۔ کہ اعلان نبوت سے پہلے پہلے جن لوگوں کو نبوت اور تعلیمات نبوت کی تبلیغ کی گئی تھی۔ وہ واقعی قابل اعتماد حضرات تھے۔ وہ جان نثاران محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ تھے۔ ورنہ حریفانِ بنی ہاشم بدخوانِ ابوطالبؑ اور دشمنان خدا و رسول ؐ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ کے اعلان نبوت سے پہلے ہی ہوشیار ہو جاتے اور ایسے اقدامات کرتے کہ اعلان نبوت کی نوبت

ہی نہ آنے پائی ۔ جو لوگ ایک نظام
وصیت اور ابلیسی راہنمائی کے
ماتحت دن رات بنی ہاشم کی نگرانی
کر رہے ہوں ۔ جو ان کے اقتدار
کو کسی طرح باقی نہ چھوڑنے پر سر
دھڑ کی بازی لگائے ہوئے ہوں
جنہوں نے بنی ہاشم کے بالمقابل
مذہب ابراہیم و اسماعیل علیہم السلام
کے خلاف عرب میں اپنی مذہبی حکمرانی
قائم کر لی ہو (حوالہ (الف)).
سیرۃ النبی ص۲۱۳) جو پہلے سے
جانتے ہوں کہ بنی ہاشم میں نبیؐ
آخر الزمان پیدا ہونے والا ہے ۔ جو
اس نبوت کو قائم نہ ہونے دینے
کا پورا پورا انتظام کرتے چلے آتے
ہوں ۔ ان لوگوں سے نبوت اور صاحبؐ
نبوت کو محفوظ رکھ کر اس دنیا میں
تعلیمات نبوت کو پھلنے پھولنے اور
پھیلنے کا انتظام کرنے والے ۔ اور
عربوں کی اس مذہبی حکومت اور
ارباب حکومت کو ناکام و مغلوب

رہنے والے لوگ وہ لوگ ہیں جنہوں
نے تمام بنی نوع انسان پر احسان
کیا اور یہ لوگ ہیں سربراہانِ خاندان
ابراہیم و اسماعیل علیہم السلام ۔ جو
اپنے اپنے زمانۂ وصایت و امامت و
ہدایت میں مسلسل و مربوط اقدامات
و انتظامات کرتے چلے آئے ۔ اسی لئے
ان کو ماوائے محمدؐ قرار دیا گیا ۔ یہی
وہ پناہ تھی جس میں ایسا مہیب وقوی
وخطرناک انتظام دخل نہ دے سکا ۔
جس سے ٹکرانے والی ہر مزاحمت
پاش پاش ہوتی چلی گئی ۔ یہ تھی عمران
و آل عمران علیہم السلام کی بصیرت ۔
اگر کہیں یہ بصیرت پہلے سے خدا نے
مہیا نہ کی ہوتی تو یقین کیجئے کہ
نبوت دو قدم بھی نہ چل سکتی تھی ۔
ہم کہتے ہیں کہ نبوت کو جنم لینے
سے پہلے ہی ختم کر دیا گیا ہوتا ۔
عربوں کو فراعنہ مصر کا وہ علاج معلوم
تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف
استعمال کیا گیا تھا ۔ لیکن امتہ مسلمہ کے

اُمیہؓ نے بتدریج اقتدار ملکی اور
خصوصاً اقتدار مکہ وحرم وکعبہ کو اپنے
مضبوط ہاتھوں سے پھسلتے دکھایا
اور رفتہ رفتہ دشمنانِ محمدؐ کے ہاتھوں
میں جانے دیا۔ لیکن اس طرح کہ
دشمن یہ سمجھتے رہیں کہ ہم اپنی
قوت وجبروت سے عرب کی حکومت
حاصل کر رہے ہیں۔ اس اقتدار و
حکومت کو حاصل کرنے کی غرض صرف
یہ تھی کہ آخر الزمانؐ کی پیدائش
ان لوگوں میں ہونے والی تھی جو مکہ،
کعبہ اور عرب پر حاکم ہوں۔ اور
جب یہ اقتدار ملگیا تو انہیں یقین
ہوگیا کے خدا ہماری تائید کرتا
رہا ہے۔ ہمارا ہی مذہب حق ہے۔ ہم
ہی ہدایت یافتہ اور صاحب
ہدایت ہیں۔ چنانچہ عرب مکہ اور
کعبہ پر اقتدار مل جانے کے بعد
ان کے یقین وایمان کی پختگی کا
حال قرآن سے ملاحظہ ہو۔
وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰہِ جَھْدَ اَیْمَانِھِمْ لَئِنْ

جَاءَھُمْ نَذِیْرٌ لَّیَکُوْنُنَّ اَھْدٰی
مِنْ اِحْدَی الْاُمَمِ فَلَمَّا جَاءَھُمْ
نَذِیْرٌ مَّا زَادَھُمْ اِلَّا نُفُوْرًا (35/42)
اپنے معاہدہ میں انہوں نے قسموں
سے یقین دلایا تھا کہ اگر کوئی نذیر
کرنے والا آپ کے پاس آیا تو وہ
تمام امتوں سے زیادہ ہدایت
یافتہ ثابت ہوں گے۔ مگر جب
ان کے پاس نذیر آیا تو اس کی آمد
سے اُن میں نفرت کے سوا اور کسی
چیز میں زیادتی نہ ہوتی۔" آپ نے
دیکھا کہ عربوں کا مقام عربوں
کی نظر میں کتنا بلند و ارفع تھا۔
یہ وہ مقام تھا جو بنی ہاشم نے نہایت
تدریج کے ساتھ۔ آہستہ آہستہ
اپنے ہاتھوں سے دشمنوں کی طرف
پھسلنے دیا۔ اور رفتہ رفتہ وہ وقت
آیا کہ حضرت ابوطالب علیہ السلام کے
زمانہ میں سوائے جناب محمد مصطفےٰ
صلی اللہ علیہ وآلہ کی دیکھ بھال۔
تربیت و پرورش وغیرہ ذمہ داریوں

کے ہر طرف سے بے فکر ہو گئے تھے۔
کعبہ کی مکمل حکومت نے قریش کو
بے فکر کر دیا۔ اس بے فکری نے اُن
کو فراعنہ مصر کے طریقہ تحفظ سے
غافل کر دیا۔ اور ان کی تمام کوششیں
گمراہ اور بے اثر ہو کر رہ گئیں۔
تبلیغ رسالت کی عمرانی تدریج
و تقسیط کا حال اس وقت معلوم
ہوا۔ جب عربوں کے لئے تحفظ
و تدارک ناممکن ہو چکا تھا۔ اس
سلسلہ کی ایک چیز بطور نمونہ یہی
جگہ ملاحظہ فرمالیں۔ مولانا شبلی
ایک خاص بات کہہ گذرے۔
(م) "رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے قتل پر آمادہ ہونا قریش کے
لئے نہایت آسان تھا۔ لیکن وہ جانتے
تھے۔ کہ بنو ہاشم خون کا انتقام نہ
چھوڑیں گے۔ اور سلسلہ بسلسلہ تمام
مکہ جنگ میں مبتلا ہو جائیگا۔ بہت
سے لوگ اسلام لا چکے تھے۔ اور قریباً
کوئی قبیلہ ایسا باقی نہ تھا جس میں
دو ایک شخص اسلام نہ لا چکے ہوں۔
اس لئے اسلام اگر جرم تھا۔ تو صرف
ایک شخص اس کا مجرم نہ تھا۔ بلکہ
سینکڑوں تھے۔ اور اس کا استیصال
کرنا ممکن نہ تھا۔" (ص ۲۲۵)

(۲) یہ اسی تدریج و مصلحت عمرانی
کا نتیجہ تھا۔ جس میں اسلام کی تبلیغ
اس اصول کو سامنے رکھ کر کی جا رہی
تھی کہ میرے بعد دشمنان دین کی
مزاحمت صفر سے ضرب کھا کر
رہ جائے۔ گویا تمام قبائل کو ان
خبیثوں کے بالمقابل لا کر کھڑا کر دیا
گیا۔ جس طرح بنی ہاشم کو اسلام
کی تفصیلات سے قبل اعلان نبوت
مطلع کر دیا گیا تھا۔ بالکل اُسی طرح
قبائل عرب میں سے چن چن کر لوگوں
کو اسلام کی تبلیغ کی گئی۔ حضرت
عمران علیہ السلام نے اس مقصد
کے لئے بار بار سفر کئے وہ آنحضرتؐ
کو ہمراہ رکھتے تھے۔ علماء یہود
و نصاریٰ سے ملاقات کراتے تھے۔

ان کی کتابوں میں مذکورہ پیشگوئیوں کی طرف متوجہ کرتے تھے۔ وہ لوگ ان کا خاتم الرسلؐ ہونا مان کر اعلان کر دیتے تھے۔ چنانچہ اسی تاریخ میں بہت سے احبار و اہبان و علماء یہود و نصاریٰ کا آنحضرتؐ کو پیغمبر اخر الزماں بتانا موجود ہے۔ یہاں تک لکھنے پایا تھا کہ جناب یاور حسین صاحب کا خط مل گیا۔ لہذا فی الحال اس الٹی گنگا کو رواں دواں چھوڑ رہا ہوں۔ موقعہ ملا تو اسے ہمدوش بحر دکھاؤنگا ۔ والسلام۔

قطعہ

خاک پائے آلِ عبا سید اقبال حسینؑ زیدی احسن عمرانی چینوٹ

ابو طالبؑ کا جہاں میں جسے عرفان نہیں
میرے نزدیک وہ حیوان ہے انسان نہیں۔
جس کی آغوش میں مل کر ہو جواں ختمؐ رسل
آج کہتے ہیں اسے لوگ مسلمان نہیں

میٹھے پھل اور گھنا سایہ رکھنے والا عظیم شجر

از جناب سید صغیر حسین صاحب قبلہ

ہندی کی ایک مثل ہے "باپ پہ پوت پتا پر گھوڑا بہت نہیں تو تھوڑا تھوڑا" تو اث صفات ایک ناقابل انکار حقیقت ہے باپ کی عادتیں خصلتیں اولاد میں ہونا ناگزیر ہے ہوا ہی کرتی ہیں یہ ایک فطری ودیعت ہے جو خالق فطرت نے اپنی مخلوق میں رکھی ہے، نباتات پر نظر ڈالیئے جمادات کو دیکھیے حیوانات کو ملاحظہ فرمائیے یہ چیز آپ کو لا ندماً ہر جگہ ملے گی۔ آپ کو نعمات خداوندی ہیں سے پھل زیادہ پسند ہیں خدا آپ کو سدا بہار باغوں کے پھل کھلائے۔ آیئے مثال بھی آپ کے ذوق کے مطابق دوں سلطنت خداداد پاکستان کی پاک سرزمین میں یہاں کے بسنے والے بہت کوشش کر رہے ہیں اور بمصداق "من جدّ وجدّ" کامیاب بھی ہو رہے ہیں وہ دن دور نہیں کہ پاکستان کو جنت نشان بنا کر چھوڑیں گے لیکن ابھی تک تو ایسا ہے کہ آپ بنارس کے لنگڑے اور الہ آباد کے امرود اور بمبئی کے کیلوں کو یاد کرتے ہیں۔

سابق کی صفات لاحق میں آیا ہی کرتی ہیں لعل ہر جگہ پیدا ہوتا ہے مگر لعل بدخشاں جن معدنوں سے نکلتا ہے دوسرے لعل اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے یہی صورت حیوانات کی ہے خواہ مطلق ہوں خواہ ناطق۔ براعظم افریقہ کے شیر کی نسل کا دوسری جگہ کا شیر مقابلہ نہیں کر سکتا۔ عرب کا گھوڑا عرب ہی کا گھوڑا ہوتا ہے کجا حسین وجمیل چست چالاک عربی النسل گھوڑا کجا ہندوستان کے کسی جنگل کا پکڑا ہوا جو باوجود گھوڑا ہونے کے اس کے مقابلہ

ہیں ملتو ہی کہلائے گا۔ آزاد کردہ
غلاموں اور کنیزوں کی اولاد اور شاہان
عالم و رؤسائے ملت کے فرزندان
خلف دونوں میں اپنے فیع و مخرج کے
اثرات لازمی و یقینی۔ نسلی اثرات
ایسے لازمی و ناگزیر ہوتے ہیں کہ
معمولی تربیت بھی ان کو بدلنے پر
قادر نہیں فردوسی اپنے حق سے محروم
فردوسی نے غلط تو نہیں کہا ہے۔

پرستار زادہ نیاید بکار
اگرچہ بود زادہ شہریار

حقائق فطرت میں غور و فکر ہی
ابن آدم کا خصوصی شرف ہی اب
تک ہم فطری خصوصیات اور نسلی
امتیازات کے سلسلہ میں کچھ عرض
کر رہے تھے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی
ساتھ خارجی اثرات بھی ہیں جو اچھے
کو برا اور برے کو اچھا بنا دیتے ہیں
ایک کامیاب مؤثر کا کام انجام دیتے
ہیں اور وہ ہیں تربیت۔ صحبت۔
ماحول۔ اپنے کو بدلنے کی فکر ان کے
اثرات فطرت ہی کی پیدا کردہ ہیں اگر
ایسا نہ ہو تو پھر خلاق عالم کی طرف سے جبر
لازم آئے گا اور جبر عالم طور پر بغیر کسی
وجہ خاص کے خداوند عالم کی طرف منسوب
کرنا مذہب عقل و خرد کے منافی ہے۔
اسی لیئے فرمایا گیا الصحبت تاثر۔ صحبت
صالح ترا صالح کند۔ صحبت طالح
ترا طالح کند۔

ہم نے آپ کے لیئے میزبان کی حیثیت
سے ایک بہتر خوان چنا ہے ابھی مختلف
قسم کے پھل اپنے محترم مہمان کی خدمت
میں پیش کیئے اب لطیف غذائیں پیش
کرنے کی عزت حاصل کرتے ہیں۔
حلوا بہترین قسم کا حلوا جیسے تر حلوا
یا تر ترا تا ہوا حلوا بھی کہا جاتا ہے
اب یہ آپ جانیں کہ "حلوا خوردن روئے
باید" ۔کو آپ مانتے ہیں یا نہیں ہم تو
آپ کو لذیذ قسم کے حلوے کا مستحق
سمجھتے ہیں۔ تو سرکار آپ کے لیے لذیذ
ترین حلوا تیار کیا گیا۔ عمدہ قسم کا
پنجاب کا خالص دیسی گھی اور وہ بھی

اپنے سامنے کا نکلا ہوا تمام قسم کے لازی
میوے اور معزز یات شیرینی ایسی مناسب
کم نہ زیادہ کہ جس کی نسبت سے محبوبانہ
فرہاد شیریں فرہاد کیلئے شیریں بن سکی
اور آپ کی استراحت وعبرت قصر
شیریں نام کا ایک محل اور بستی
چھوڑ گئی بہر حال ایسا بہترین حلوا
ماہر کاریگر کے قیمتی خدمات کے ذریعہ
آپ کے خوان نعمت پر دعوت کام و
دہن کیلئے پیش کیا گیا جس چیز کا مادہ
بہمہ صنعت موصوف ہو وہ شے،
جس کے مفردات بہتر ہوں وہ مرکب
کیا خراب ہو سکتا ہے۔؟ نہیں یہ تو
قانون عقل و فطرت کے خلاف ہے۔
آپ کا صمیم قلب سے شکریہ آپ نے
اس دعوت اخلاص کو قبول فرمایا اور
ہماری عزت افزائی کی اور کیسے قبول
نہ کرتے آپ تو بفضل ایزدی مسلم ہیں
اور ردِ دعوت خلاف فرمانِ اسلام۔
لیکن وہ دیکھیے سامنے ایک حریص
ناخواندہ زبردستی کا مہمان ا

اس نے بھی اس دعوت کی کہیں
سُن گُن پالی تھی زبردستی آدھمکا اور
شکم اقدس کو اناڑی کی بندوق کی طرح
بھرا اور اسی پر بس نہیں کیا نظر بچا کر
جیب سے رومال نکالا اور کافی مقدار
میں باندھ کر یہ جا اور وہ جا گھر پہونچ
کر حفاظت سے ایک ڈالڈا کے ڈبے
میں بند کر کے رکھ دیا۔ شامت اعمال
کہ مکروہات دنیا میں ایسا پھنسا کہ کئی
دن گذر گئے اور اسے سر کھجانے کی مہلت
نہیں ملی حلوا کھانے کا تو کیا ذکر۔ اب جو
کھول کر دیکھتا ہے تو تعفن کے مارے
ناک نہیں لی جاتی کیڑے بج بجا رہے
ہیں۔ سمجھے حضور یہ ہیں خارجی شرات
جو اس طرح اچھے کو برا اور برے کو اچھا
بنا دیتے ہیں۔ شر اب مرکہ بن جاتی ہے
یہ تو آپ کو معلوم ہے ہی۔
ایک سمجھ دار انسان کیلئے لازمی ہے
کہ شخص یا چیز کے متعلق رائے قایم
کرنے وقت یہ دیکھے کہ وہ شخص یا
چیز کن چیزوں یا شخصیتوں سے بنا ہے

پھر اس پر خارجی اثرات کیا مرتب ہوئے
اس نے اپنے میں انقلاب پیدا کرنے کے
سلسلہ میں کیا کام انجام دیئے۔ اس کے
ان خدمات کے نتیجہ میں کیسے اشخاص
یا چیزیں وجود میں آئیں۔

آئیے آج کی اس گفتگو میں مندرجہ
بالا عقلی اصولوں پر جزیرہ نمائے عرب
کی ایک مشہور شخصیت کو پرکھیں
ان کا نام عمران اور کنیّت ابوطالب ہے
تاریخ و تفسیر ہمارے سامنے آن
کے ہمارے سامنے آن کے اعمال و
اقوال کی روشنی میں ایک یقین اور ایک
ظن پیش کرتی ہے ایک غیر جانبدار
صاحب قلم کی حیثیت سے تاریخ
بیانات سامنے لاکر فیصلہ ناظرین
کی رائے یا جواب پر چھوڑا جاتا ہے۔

ابوطالب۔ سرورِ کائنات صلی اللہ
علیہ و الہ وسلم کے حقیقی
چچا ہیں۔

ابوطالب۔ گو پروردگار عالم نے قرآن مجید
میں ملجا و ماویٰ رسالتمآبؐ
پناگاہِ ختمی مرتبتؐ فرمایا ہے الم یجدکؐ
یتیماً فاویٰ (اے ہمارے حبیب کیا ہم
نے تمکو یتیم نہیں پایا پس فوراً پناہ دی)
پناہ اوّل حضرت عبدالمطلب جد
رسالتمآبؐ پناہِ دوم آن کی وصیّت
کے مطابق ابوطالبؑ۔

ابوطالب۔ نے حضرت ختمی مرتبتؐ
کے اس نکاح کا خطبہ پڑھا
جو انہوں نے ملکۂ عرب جناب
خدیجہ سے فرمایا تھا۔

ابوطالب۔ اپنے اس خطبہ میں حمدِ خالق
کائنات بجا لاتے ہیں اور
حضرت خلیل اللہ جناب ابراہیم
علی انبیاء و علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام
اور ان کی آل پاک پر درود
بھیجتے ہیں اور اس پر فخر کرتے
ہیں کہ ہم اولاد ابراہیمؑ سے ہیں

ابوطالب۔ اسی خطبہ میں اپنے کو
وارث کعبہ۔ محافظ بیت اللہ
بیان کرتے ہیں اور اس عہدۂ
جلیلہ پر خداوند عالم کا شکر

ادا کرتے ہیں ۔

ابو طالب ۔ اسی خطبہ میں سرورِ کائنات ؐ
کو حضرت آدم صفی اللہ
کا عدیم النظیر و لاثانی
فرزند بیان کرتے ہیں اور
آپ کی پندرہ سال بعد
ظاہر ہونے والی نبوت
و رسالت کی پیشین گوئی
کرتے ہیں ۔

ابو طالب ۔ اپنے برگزیدہ اور اطاعت
شعار فرزندوں کو خدمت
و اطاعت سرورِ عالم ؐ کی
وصیت کرتے ہیں ۔

ابو طالب ۔ نے شعب ابی طالب
میں پیہم تین سال تک
رسول ؐ اللہ کی اس طرح
حفاظت کی کہ اپنی اولاد
کو رسول ؐ اللہ کے بستر
پر اور رسول ؐ اللہ کو اپنی
اولاد میں سے کسی ایک
کے بستر پر اس لئے منتقل
کرتے ہیں کہ اگر دشمن اچانک
محمد ؐ کے قتل کے ارادہ سے
آئے اور آن کی خوابگاہ کا
ارادہ کرے تو میرا کوئی بچہ
قتل ہو جائے پرواہ نہیں مگر
محمد ؐ بچ جائے ۔

ابطالب ۔ اس واقعہ میں اپنے بھتیجے
کی حفاظت کر رہے ہیں
یا اللہ کے رسول کی ؟

ابو طالب ۔ کے سال انتقال کو رسول اللہ
نے غم کا سال قرار دیا (عام
الحُزَن)

ابو طالب ۔ کے انتقال کے بعد مکہ
معظمہ میں رسول ؐ اللہ
کا کوئی ایسا با اثر پناہ
دہندہ نہ رہا کہ جس کے
اثر سے رسول ؐ اللہ دشمنوں
سے محفوظ رہتے ۔ اللہ کے
گھر کی زمیں رسول ؐ اللہ
پر باآں ہمہ وسعت تنگ
ہو گئی ۔ ابو طالب ؑ کی رحلت

نے رسول اللہ کو
وطن چھوڑنے پر مجبور
کیا۔ کسی بے وطن سے
قدر پوچھیئے ۔
صدمہ مکیں کا خانہ ویراں سے پوچھیئے
ساماں کی قدر بے سروساماں سے پوچھیئے
پاکستانی مہاجر بھائیو۔ آپ
تو اس درد سے بخوبی واقف
ہیں۔
ابوطالب ۔ ہی کے ذریعہ رسول اللہ
نے قریش کو اس معاہدہ
کے کرم خوردہ ہو جانے
کی خبر دی جس کے ذریعہ
سے رسول اللہ سے تر
موالات کی گئی تھی ۔
ابوطالبؑ نے سرداران
قریش سے نہایت حکمت
آمیز طریقہ پر جا کر کہا کہ
میرے بھتیجے نے مجھے یہ
اطلاع دی ہے کہ وہ سارا
کا سارا معاہدہ دیمک

چاٹ گئی صرف اللہ کا نام
باقی ہے۔ اگر اس کی اطلاع
مطابق واقعہ ہو تو اس کی
مخالفت سے باز آؤ۔ چنانچہ
یہ عظیم مخالفت اس صداقت
آمیز اطلاع اور حکیمانہ طریقۂ
کار کے نتیجہ میں ختم کی گئی۔
کیا ابوطالبؑ اس کو دل سے
نہیں مانتے تھے۔؟ ۔
ابوطالب ۔ نے علیؑ اور جعفر ایسے اسلام
کے فدائی پیدا اور پرورش
کر کے اسلام کے قوموں
پر نثار کر دئے۔
ابوطالب ۔ کی اولاد کی اکثریت نے
قربانگاہ کربلا میں جان۔
مال ۔ عزت اولاد کی مسکراتے
ہوئے سکون قلب کے ساتھ
قربانی دی
ابوطالب ۔ کی مبارک نسل میں اللہ
نے آئمہ اثنا عشر علیہم
الصلوٰۃ و السلام کے ایسے

بزرگ مرتبہ ہادی پیدا
کیئے جس سے ہر ایک آسمان
ہدایت کا آفتاب عالمتاب
ہے۔ ان کے خدمات
اسلامی اور مقام علمی
کا ہر مسلم بلا اختلاف
معترف ہے۔

ابو طالب۔ محسود قریش تھے حاسد
نہیں تھے۔ لہذا یہ بھی کہا گیا

ابو طالب۔ کے لئے قرآن میں یہ آیت
موجود ہے انک لاتہدی
من احببت ولکن اللہ
یہدی من یشاء بالتحقیق
جس کی ہدایت تجھے
محبوب ہوا ہے (حکمیہ)
تو ہدایت نہیں کر سکتا
(حالانکہ اللہ ہدایت چاہنے
والے کو ہدایت کرتا ہے)
شان نزول یہ بیان کی جاتی
ہے کہ رسول اللہ نے لاکھ
لاکھ چاہا کہ ابو طالبؑ
ایمان لے آئیں مگر ابو طالبؑ
نے ایک نہ سنی۔
ابو طالب۔ سے رسول اللہ نے یہ بھی چاہا
کہ وہ سرورِ عالم کے کان ہی
میں امنت باللہ ویک کہہ دیں
لیکن انہوں نے انکار کیا
اور کہا کہ قریش کہیں گے کہ
بڈھا موت سے ڈر گیا۔
(یعنی مرتے وقت ایمان لے آیا)
مخالفین کو یہ باور کرانا ہے کہ
زندگی کا تو کیا ذکر ابو طالبؑ
تو مرتے وقت بھی ایمان نہیں لائے

ایمان ابو طالبؑ

ایک سیاسی بحث بھی جو حکومت وقت
کے ممتاز علماء نے اپنی حکومت کے جس کے وہ
پروردہ و کاسہ لیس تھے برحق ثابت کرنے کے
لئے جاری کی تھی بدقسمتی سے سادہ لوح مولوی
نے اسے مذہبی رنگ دے لیا یہ آل محمدؐ کو گرانے اور ان
کے مقابلہ میں سر اونچا کرنے اور ان
کی برابری کا دعوی کرنے کیلئے نکالی
گئی تھی۔ ابو طالبؑ تو پھر حضرت علی

علیہ السلام کے والد ماجد تھے علمائے
عامہ نے تو رسولؐ اللہ کے آباء و اجداد
کو کافر لکھا ہے آپ کو پسند ہے کہ
آپ کا رسولؐ کافر زادہ ہو)

اب آں قدح بشکست وآں ساقی نماند

ارباب نظر اور صاحبان تحقیق کو
چاہیئے کہ حق تحقیق ادا کر کے عوام تک
صحیح بات پہونچائیں سوال پیدا ہوتا
ہے کہ حضرت ابوطالب علیہ الصلوٰۃ و
السلام (جناب ابوطالبؑ مجھے معاف
فرمائیں کہ میں نے سابق میں جناب کا
تعرافی الفاظ کے ساتھ نہیں لکھا اس
لئے کہ میں ایک غیر جانبدار کی حیثیت
سے گفتگو کر رہا تھا) ان تمام تفاصیل
کی موجودگی میں جو بطور بالاس اجمالاً
تحریر کی گئیں کیا معاذ اللہ حضرت
ابوطالبؑ ک ۔ ا ۔ ف ۔ ر تھے اور
اگر کافر ایسا ہی ہوتا ہے تو پالنے
والے میں تجھ سے درخواست کرتا
ہوں کہ مجھے ایسا کافر بنا دے مجھے ان
مسلمانوں جیسا اسلام نہیں چاہیئے جو
بارگاہِ رسالت میں کلمہ شہادت جاری
کرتے ہوئے آئیں اور اللہ یوں کہے کہ
یہ منافق جھوٹے ہیں تم خدا کے رسول
ہو یہ بات صحیح ہے ! لیکن ان کا دل ان
کی زبان کی تائید نہیں کرتا ہے ۔ یہ
نبوت میں شک رکھتے ہیں باوجود کوشش
ضبط کبھی زبان سے نکل بھی جاتا ہے ۔
ڈپٹی نذیر احمد صاحب مرحوم مترجم
قرآن نے مسئلہ ایمان ابوطالبؑ کے
سلسلہ میں یہی فرمایا ہے کہ اگر یہی صحیح
ہے کہ ابوطالبؑ (معاذ اللہ) کافر تھے تو
یہ کفر بدرجہا بہتر ہے عہد رسولؐ کے ان
کثیر التعداد مسلمانوں کے اسلام سے
جن کا دل ان کی زبان کے موافق نہیں تھا ۔

بر زبان تسبیح و در دل گاؤ خر
ایں چنیں تسبیح کئے دارد اثر

اخلاص ہی جان عمل ہے حکم واضح قرآنی
ہے مخلصین لہ الدین اللہ کیلئے اپنے عمل
کو خالص کر لو ۔ نماز میں پانچ مرتبہ اسی
اخلاص کی ۔ ہم سے مشق کرائی جاتی ہے
قربتہً الی اللہ جو عمل نہ ہو اس کی بارگاہ

ایزدی میں کوئی قدر و قیمت نہیں آل ابی طالبؑ نے ابو طالب سے یہی اسوۂ حسنہ سیکھا اور اس پر حد کمال تک عمل کیا ان کے اخلاص عمل کی گرانباری سے دنیا کی گردنیں جھکی ہوئی ہیں۔

معلمانِ حقائق شناس کی نظر میں حکمت سے مراد علم کو برمحل صرف کرنا ہے مثلاً ہمیں مختلف احکام کا علم ہے لیکن کونسا حکم کس وقت اور کس محل سے تعلق رکھتا ہے اسی کا نام حکمت ہے وضو۔ غسل تیمم کے مختلف احکام دیئے گئے لیکن کہاں کس پر عمل کیا جائے یہ وہی حکیم سمجھ سکتا ہے جو حکیم اسلام سے حقیقی تعلق رکھتا ہو ابو طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے احکام شریعت مطہرہ میں سے اس برمحل حکم (حکمت) پر عمل کیا کہ بے ضرورت اظہار ایمان و اسلام کرنا جبکہ اس سے مقاصد ایمان کو نقصان پہونچے خلاف احکام مذہب عقل ہے انہوں نے مومن آل فرعون کی طرح کتم ایمان پر عمل کیا اور اسی مدح کے مستحق ہوئے جس کے سزاوار قرآنی الفاظ میں مومن آل فرعون ہیں قال رجلٌ مومنٌ من آل فرعون یکتم ایمانہٗ آل فرعون میں سے اس مرد (حکیم وجری) نے کہا جو اپنے گوہر ایمان کو صدف قلب میں چھپائے ہوئے تھا اس لئے تم اس شخص کو قتل کر رہے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ اگر یہ سچ کہتا ہے تو اس کا فائدہ تم کو پہونچے گا اور اگر یہ اپنے قول میں کاذب ہے تو اس کے کذب کا وبال اسی کی طرف لوٹے گا۔

لو فرضنا حضرت ابو طالبؑ نے کلمۂ طیبہ زبان پر جاری نہیں کیا لیکن ان کے اعمال و افعال؟

کیا ان میں سے کوئی خلاف اسلام ثابت کیا جا سکتا ہے۔ ابو طالبؑ وہ تھے جنہوں نے اپنے عمل سے اپنے ایمان کو ثابت کیا ناکارہ لوگوں کی طرح فضول بکواس سے کنارہ کش رہے۔

ابوطالبؑ (اللہ کی ہزاروں رحمتیں
ان کی جان پاک پر) کے گرانقدر اعمال
کو سامنے رکھیئے اور یہ شعر بار بار پڑھیئے۔

برزباں تسبیح و در دل گاؤ خر
ایں چنیں تسبیح کئے دارد اثر

جناب ابوطالبؑ اور ان کی مخلص
و باعمل اولاد کے کردار۔ رسولؐ اللہ
سے آن کی نسبت اور آن کے اس عقیدہ
پر جو خطبۂ نکاح سرور کائناتؐ اور
دیگر اشعار میں موثر بیان کیا گیا مخففاً
نظر ڈالیئے اور پھر منصفانہ فیصلہ
کیجیئے کہ ابوطالبؑ کون تھے کیا تھے۔
نیز آن کے مخالفین کے کردار و عقیدہ
کو بھی سامنے رکھیئے اور اس
مخالفت کو بھی جو طاقتور حکومت
کے بل بوتے پر کسی مقصد
خاص کیلئے پھیلائی گئی تھی۔ لیکن
بمصداق الحق یعلو و لا یعلیٰ حق
ہمیشہ سر بلند رہتا ہے ابوطالبؑ
کا سر عزو ناز ہمیشہ بلند
رہے گا۔

قرآنِ مجید نے کلمۂ طیبہ کی مثال
شجر طیبہ (پاک و پاکیزہ درخت)
سے دی ہے مَثَلُ کلمۃٍ طیبۃٍ کشجرۃٍ
طیبۃٍ اصلہا ثابت و فرعہا فی السماء۔
ابوطالب علیہ الصلوٰۃ و السلام ایسے پاک
پاکیزہ درخت تھے کہ جنکی بنیادیں
مضبوط تھیں اور شاخیں آسمانوں کی
بلندیوں تک پہونچی ہوئی۔ اس درخت
کے پھل محمدؐ است علیؑ و فاطمہؑ حسینؑ و حسنؑ
اور ائمہ اثنا عشرؑ تھے اور عباسؑ و علی
اکبرؑ و قاسمؑ اس کی کلیاں اور سلیمان
و ابوذر و مقداد۔ میثم تمار مالک
اشتر حبیب و زبیر ہانی و عمرو غیرہم
اس کے سرسبز و شاداب پتے اور
سایہ دار شاخیں۔
ان حضرات نے شجر اسلام کی
اپنے خون سے آبیاری کی۔

نیا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

نذرانہ عقیدت

از جناب قبلہ علامہ شاہ گیلانی صاحب سرپرست III (صدر) ادارہ علوم الاسلام لاہور

برادر محترم یاور حسین صاحب مدظلہ العالی کا اصرار ہے کہ ابو طالبؑ نمبر کے لیئے مضمون بھیجو۔ اِدھر ہم ہیں کہ دل کے دورہ کے باعث فراشِ بستر ہیں نہ عدولی حکم کی مجال ہے نہ لکھنے کی تاب ہے۔ بہر حال کچھ لکھ رہا ہوں پریشان خیالوں کو ایک جا مجتمع کرنیکی کوشش کر رہا ہوں خدا کرے کہ بارگہِ سیادت میں عقیدت کے پھول پیش کر سکوں۔

حضرت ابو طالبؑ وہ ہیں جن کی شفقت نے رسالت کو پناہ بخشی۔ جن کی عنایت نے نبوت کو سہارا دیا۔ جن کی سرپرستی نے رحمت دوجہاں کو پروان چڑھایا۔ جن کی قربانیوں نے اسلام کی بنیاد رکھی۔ جنکی مہربانی سے دین کی اشاعت ہوئی۔ جن کی نظر کرم سے خدا کا نام جاری ہوا۔ جن کی سعی بلیغ سے کائنات میں خدا اور رسول کا کلمہ پڑھا گیا جن کی ہمت سے کعبہ قبلۂ دوعالم بن گیا۔ جن کی کوشش سے خدا خدا کہلایا اور رسولؐ رسولؐ کہلایا۔ جن کے استقلال سے توحید میں جان پیدا ہوئی۔ جن کی شجاعت سے اسلام کے مردہ جسم میں روح آگئی جو نہ ہوتے تو رسالت خطرے میں تھی۔ جو نہ ہوتے تو نبوت کو کوئی سہارا نہ ملتا۔ قدرت نے ان کا سہارا اپنے خاص ارادہ سے قائم رکھا۔ ان کا ذکر قرآن میں ہے ان کے مناقب حدیث میں موجود یہ رسولؐ کا چچا ہے یہ خاتم النبیینؐ کا چچا ہے یہ رحمت للعالمینؐ کا چچا ہے یہ محمد الرسول اللہؐ کے لیئے باپ کی مثل ہے ان کا سایہ سایۂ پدری ہے ان کی محبت محبت پدری ہے یہ سید الاوصیا کی تعظیم کا مرکز ہے۔

یہ شفیعؐ روز جزا کا عمّ بزرگوار ہے
یہ قسیم الجنّۃِ والنّار کا والد گرامی ہے یہ
سرداران شباب اہل جنت کا جد امجد ہے
یہ مخدومہ کونین ۔ خاتون جنت کا خسر ہے
جس کا بھتیجا رسول الثقلین ۔ جس کا بیٹا
کل ایمان جس کے پوتے کل دین ۔ جس
کی بہو کل عصمت ۔

ایمان اور دین جس کے گھر کی وراثت
ہے اس لئے جو اس کی عظمت و عزت
کا قائل نہ ہو وہ بے ایمان ہے وہ
بے دین ہے !

جس نے حضرت خدیجہ الکبریٰ
اور محمد الرسولؐ اللہ کا نکاح پڑھا ۔
تاریخ عالم اسلام کہہ رہی ہے کہ خطبہ
نکاح حضرت ابوطالبؑ نے پڑھا ۔ اگر
معاذ اللہ آپ مسلمان نہ تھے (مسلمان
ان کو مسلمان تسلیم نہیں کرتے) تو سیدالانبیاءؐ
کا نکاح خطرے میں ہے ۔

حضرت ابوطالبؑ کو معاذ اللہ
غیر مسلم کہنے والو ! ۔ اپنے رسولؐ کے
نکاح کو بچاؤ ۔ رسولؐ اور رسولؐ کے
گھرانے کی عصمت کو بچاؤ ۔ اپنوں
کی بڑائی بیان کرنے کے لئے رسولؐ
کے گھر والوں کو مت گھٹاؤ ۔

جن کی شان خدا نے بڑھائی ۔ قرآن نے
بڑھائی ۔ جبرائیل نے بڑھائی رسولؐ
نے بڑھائی تم ان کو گھٹانے کی سعی
لاحاصل نہ کرو ۔

جس گھر میں رسولؐ پلا ۔ وہ گھر معدنِ
عصمت و طہارت تھا ۔

جس گود میں رسولؐ پلا ۔ وہ گود مخزن
اسرار الٰہیّہ تھی ۔

جس ہستی نے رسولؐ کی پرورش
کی ۔ وہ ہستی پروردۂ عرفان الٰہی تھی ۔
اس کا دین ۔ دین ابراہیمی ۔ ان کا اسلام
اسلام بلا واسطہ ۔

تم رسولؐ کے ماں باپ چچا اور چچی پر
کفر کی تہمت لگاتے ہو ۔ ذرا تم اپنے
حال پر نظر ڈالو ۔ اپنے گریبان میں منہ
ڈال کر دیکھو کہ تم کیا تھے ؟ تم کون تھے؟
ذہنی بیماری تمہارا امتیاز خصوصی
تھا ۔ معیوب رسوم پر تم کو افتخار تھا ۔

بتوں کی پرستش پر تم نازاں تھے بے خردی تم کو محبوب تھی۔ علم سے بے تعلقی تم کو مرغوب تھی۔ سینکڑوں آستانوں پر تمہارا سر خم تھا۔ ہوا و ہوس کے تم غلام تھے۔ لوٹ مار تمہارا دھندا تھا۔ قتل پر تم کو گھمنڈ تھا۔ شوق خیر تم میں مردہ تھا۔ جنگ جوی تمہارا دل پسند مشغلہ تھا۔

رسول نے تم جیسے جھگڑوں لیٹروں کو بادشاہ بنا دیا۔ رسول نے تم جیسے بد معاشوں کو بھلا مانس بنا دیا۔ رسول نے تم جیسے بت پرستوں کو خدا پرست بنا دیا۔ رسول نے تم جیسے نالائقوں کو لائق بنا دیا۔ تم جیسے وحشیوں کو مہذب بنا دیا۔ تم جیسے جانوروں کو انسان بنا دیا۔

کیا رسول اتنا کمزور تھا کہ اپنے گھر والوں کو مسلمان نہ بنا سکا؟۔

کیا رسول کی رسالت میں اتنی بزدلی تھی کہ اپنے سرپرست کو نہ سمجھا سکا؟

مسلمانوں!۔ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر جواب دو کہ تم مسلمان ہو یا وہ مسلمان تھے جنہوں نے رسول کو آغوش میں پالا۔؟۔

نورِ محمدؐ اور ذرّۂ نور (ایٹم)

تصنیف

ڈاکٹر کاظم علی رسا ہومیو پیتھ

حیات

محسنِ رسالت و محسنہ اسلام

از جناب علامہ سید نذر حسن گوپالپوری صاحب قبلہ

ارشاد جناب باری ہے الم یجدک یتیماً فاویٰ ووجدک ضالاً فھدیٰ ووجدک عائلاً فاغنیٰ ۔

اے رسول کیا اس خدا نے تم کو یتیم نہیں پایا پس تم کو پناہ دی اور تم کو (قوم کو راہ راست پر لانے کی فکر میں) کھویا ہوا پایا تو راستہ بتا دیا اور تم کو تنگ دست پایا تو غنی کیا (والضحیٰ)

ان مذکورہ تین آیتوں میں پروردگار جو مرکز کرم و رحم ہے جس کی کریمی کا یہ حال ہے کہ اپنے نہ ماننے والوں پر بھی رحمت کی بارشیں برساتا رہتا ہے آخر کیوں معرض امتنان میں اس رسول کے سامنے ان تین نعمتوں کو پیش کر رہا ہے جو رسول خود رحمۃ العالمین اور مرکز فضائل ہے ۔ معلوم ہوتا ہے ۔ کہ رسول عربیؐ سے خطاب کا مقصد کچھ اور رہی ہے ۔ ؟ جس ملجا و ماوائے رسالت کو قدرت اپنی طرف منسوب اور جس وجہ استغنا کو اپنا قرار دے کوئی وجہ نہیں ہے کہ مسلمان ان مراکز کی عظمت میں کوئی شک رکھیں پھر بھی ہم اس ملجائے یتیم عبد اللہ کے حالات پر قدرے روشنی ڈالنا ضرور جانتے ہیں اور قدرے ذرائع استغنا کا بیان بھی ۔ اہم سمجھتے ہیں ماوائے رسالت کون تھا ؟ حضرت ابو طالبؑ اور ذریعہ استغنا کون ہوا ؟ حضرت خدیجہ تو کیا حضرت ابو طالبؑ معاذ اللہ غیر خدا پرست ہو سکتے ہیں جس پناہ کو قدرت اپنی پناہ کہیئے ؟ پرستش کا لگاؤ قلبی میلان اور خیالات راسخہ سے ہے اگر آپ معاذ اللہ بت پرست تھے تو بتوں کی محبت سے آپ کا دل بھرپور اور ان کی عظمتوں کے راسخ خیالات سے آپ کا دماغ مملو

ہونا ضروری ہے بایں حالات جب رسولؐ عربی نے نہایت سختی سے بتوں کی برائیاں اور پتھر ستون کو جہنمی ہونے کا اعلان کیا جس پر سارے قریش (بجز چند) جان کے گاہک بن گئے۔ آنحضرت پر بھی کچھ نہ کچھ اثر پڑنا ضروری تھا۔ تو کیا کوئی تاریخ اس پر شاہد ہے؟ بخلاف اس کے ہم تو یہ پاتے ہیں کہ حضرت ابوطالبؑ نے علیؑ کو رسولؐ عربی کے ساتھ نماز پڑھتے دیکھا مگر بجائے منع کرنے کے اور بھی تاکید کی کہ تم ان کی پیروی کرو اور ان کی مدد میں ہر طرح لگے رہو۔ دوسری طرف آپ ناظرین کو ان سوانحات حضرت ابوطالبؑ کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے جنہیں اکابر علمائے اہل سنت نے حضرت کی خدا پرستی پر لکھا ہے۔

(ب) اگر یہ کہا جائے کہ وہ حضرت حضرت رسول عربیؐ کی توہین بت پرستی کی طرف متوجہ نہ تھے؟ تو یہ بھی سرتا سر غلط قرار پاتا ہے کیونکہ سارے تاریخی موثقات شاہد ہیں کہ کفار قریش بار ہا اپنی ان شکایتوں کو بایں الفاظ پیش کیا گئے ہیں کہ اے ابوطالبؑ تمہارا یہ بھتیجا ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہتا اور ہم لوگوں کو جہنمی بناتا ہے۔ الخ (ابن سعد)۔ چنانچہ کفار قریش اور رسول عربیؐ کے مابین ان متعدد کشاکشوں سے ہم چند کو یہاں اس لئے لکھ رہے ہیں۔ تاکہ ناظرین کو پیش کردہ مذکورہ بالا شیعہ کے غلط ہونے پر یقین آسکے۔

(۱) اَنْتَ سیدنا وافضلنا فی انفسنا....
آپ ہم سب کے سردار ہیں اور آپ کو ہم لوگ افضل مانتے ہیں آپ دیکھ رہے ہیں کہ کچھ بیوقوفوں نے آپ کے بھتیجے کو اپنے ساتھ ملا کر کیا کر رکھا ہے کہ انہوں نے ہمارے خداؤں کو چھوڑ دیا ہم پر اعتراض کرتے ہیں اور ہمیں احمق بنا رہے ہیں۔

(طبقات ابن سعد جلد اول ص۱۳۱)

(۲) قد جئناک بفتیٰ لہادۃ جمالاً....
ہم آپ کے پاس قریش کے اس جوان کو

لائے ہیں جو حسن و جمال - خاندانی شرافت قد و قامت میں فرد ہے اسے آپ لیجئے یہ آپ کا مددگار رہے گا اور اس کی میراث بھی آپ کو ملے گی - اور آپ اپنے بھتیجے کو ہمیں دیجئے کہ ہم اسے قتل کر ڈالیں کہ نظم قبیلہ درست ہو جائے - (ابن سعد جلد ا صفحہ ۱۳۴)

(۳) کفار قریش حضرت ابو طالبؑ کے پاس اب ذرا کڑے تیور کے ساتھ آتے ہیں ۔" اے ابو طالبؑ تمہارا بھتیجا ہمارے معبودوں کی توہین کرتا اور ہمارے باپ داداؤں کو گمراہ و جہنمی کہتا ہے اور ہمیں احمق ٹھہراتا ہے - اب ہم اس ہتک کو برداشت نہیں کر سکتے اس لیئے تم یا تو درمیان سے الگ ہو جاؤ اور یا کھل کر سامنے آجاؤ کہ ہم فیصلہ کر لیں (مولوی دہلی ستمبر ۵۹ء)

اس واقعہ پر حضرت رسولؐ عربی نے چچا کے سامنے ان کفار قریش کو کیا جواب دیا وہ نیچے درج ہے - آنحضرتؐ کا جواب ہی کافی ہے کہ آپ کو اپنے چچا کی طرف سے پورا اطمینان تھا کہ وہ ہماری توحیدی تبلیغ میں رکاوٹ نہیں ہیں - نیز یہ کہ دن و رات کے محبتانہ سلوک نے آپ کو مطمئن رکھا تھا کہ چچا میرے خیال کے خلاف نہیں ہیں - بیٹے و بھتیجے کی محبت جب اپنے پختہ اعتقادات سے ٹکراتی ہے تو وہاں دینی خیالات و عظمتیں غالب آجاتی ہیں ۔ اس لیئے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رسول عربیؐ اس کو محسوس کر چکے تھے کہ چچا ہمارے خلاف نہیں ہیں - ہاں مصالح فوری اس کے مانع ہیں کہ وہ بھی کھلم کھلا میدان مخالفت میں آجائیں پھر زندگی اور یہ ابتدائی و بنیادی تبلیغ بند ہو جائیگی جس کے نتیجہ میں میرے خیالات پھیلنے بھی نہ پائینگے اور نہ لوگوں پر یہ پیغام خدا مشتہر ہونے پائیگا -

(۴) خدا کی قسم یہ لوگ ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے میں چاند بھی رکھ دیں جب بھی میں اس دعوت سے باز نہیں آسکتا - یا تو خدا اسے غالب کرے

یا میں اس کوشش میں کام آجاؤں ۔ (ابن ہشام جلد ۱ ص۸۹)

حضرت رسول عربیؐ کے اس جواب پر جناب ابو طالبؑ نے جو فرمایا ذرا صاحبان غور و انصاف ٹھنڈے دل سے دیکھیں اور فیصلہ کریں کہ ایک بت پرست ذات اتنے واقعات کے بعد بھی کیا ایسے عزم پر ثابت قدم رہ سکتا ہے ۔ جبکہ اس کی عدم موجودگی ہزاروں ہزار مصیبتوں کا سبب بن رہی ہو جناب ابو طالبؑ کا جواب بلکہ حضرت رسول عربیؐ کی پشت پناہی کا اعلان ۔

بوڑھے چچا کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے ۔ کہا ۔ میں یہاں آنے سے پہلے ہی تمہارے جواب سے واقف تھا ۔ خیر جب تک میں زندہ ہوں تمہاری مدد کروں گا پھر انہوں نے قریشی سرداروں سے کہا ۔ تم محمدؐ کو جانتے ہو ۔ وہ ایک شریف اور معزز انسان ہے تم نے تو خود ہی اسے امین کا خطاب دے رکھا ہے ۔ اس کا نام او بے نگاہ تم سے علاوہ ہے وہ ایک

خدا کی پرستش کرتا ہے تم اسے خدا کی پرستش سے کیوں ہٹاتے ہو ۔ اور اس کے لئے اس کی جان پر مصیبتیں کیوں ڈھا رہے ہو ۔ (مسلمانان عالم ۔ جلد ۱ ص۴۵)

اگر حضرت ابو طالبؑ رسولؐ عربی کے مطابق خیالات راسخہ نہ رکھتے ہوتے تو رسول عربیؐ کے سوکھے دائل جواب پر انہیں غصہ آنا لازمی تھا ۔ مگر ایسا نہ ہوتا یہ خود بتا رہا ہے کہ بتوں کی محبت تو الگ وہ تو بت پرستوں کی بھی ذرا برابر حمایت کرنا پسند نہیں کرتے تھے ۔ یہ اور بات ہے کہ وہ کفار قریش کی باتوں کو سن ضرور لیتے تھے ۔ اور ظاہر ہے کہ اگر سن نہ لیتے تو ان کے سماج میں ابتدا ہی سے رہنا دشوار بلکہ کل محمدی خیال والوں کے لئے فوراً ہی میدان تبلیغ تنگ ہو جاتا اور جانیں بھی ہلاک ہو کر غرض رسول عربیؐ فوت ہو جاتی ۔

(۵) سرداران قریش پھر ایک مہم پیش کرتے ہیں اور عقبہ کو سردار وفد بناتے ہیں :" اے محمدؐ قوم میں چھوٹے

ڈالنے سے کیا فائدہ۔ اگر تمھیں سرداری چاہیے۔ تو ہم سب ملکر تمہیں سردار مان لیں۔ اور اگر کسی بڑے گھر کی حسین لڑکی چاہیئے ہو تو بتاؤ ہم اس کا بھی انتظام کر دیں، اور اگر دولت کی فکر ہے تو جتنی کہو دولت تمہارے حوالہ کریں۔

آنحضرتؐ نے اس کے جواب میں کچھ کہنے کے بجائے قرآن پاک کی کچھ آیتیں پڑھ کر سنائیں عتبہ سننے کے بعد حیران ہوکر واپس گیا اور بولا کہ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔

اب جبکہ کفار قریش نے یہ دیکھ لیا کہ ابوطالبؑ محمدؐ کا ساتھ نہ چھوڑینگے اور محمدؐ اپنی کوششوں میں کامیاب ہوتے جائینگے لہذا ایسی سختیوں پر اتر آئے جو جان لیوا تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت یاسر کفار کے مظالم کو سہتے سہتے دنیا سے چل بسے ان کی بیوی سمیہ کو ابوجہل نے برچھی مار کر شہید کر دیا۔ ان کے بیٹے عمار گرم پتھروں کے نیچے دبائے گئے جناب پر مصیبتیں ڈھائیں اور ایک دن دہکتے کوئلوں پر لٹا دیا۔ حبشی موذن حضرت بلال اور صہیب رومی کو جلتی ہوئی ریتا پر لٹا دیا۔ حضرت زنیرہ جو ایک مسلمان کنیز تھیں ابوجہل نے ان کی آنکھیں نکلوا دیں (اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ جلد ا صفحہ ۵۸)

جب ایسے سخت واقعات ہونے لگے تو آنحضرتؐ نے مسلمانوں کو ہجرت حبشہ پر آمادہ کیا اور وہ لوگ حبشہ چلے گئے۔ کفار قریش نے اتنی سختیوں پر بھی جب دیکھ لیا کہ نہ ابوطالبؑ محمدؐ کو چھوڑ رہی رہے ہیں اور نہ محمدؐ اپنی تبلیغ ہی کو بند کر رہے ہیں لہذا اب سارے مسلمانوں سے قطع تعلق اور خاندان ابوطالبؑ سے سماجی و معاشرتی عدم تعاون ہی نہیں بلکہ ایسا سلوک جو ان لوگوں کو مقید کر دینے کا معادل ہو کیا جائے چنانچہ ایسی ترکیبیں کی گئیں کہ حضرت ابوطالبؑ نے تمام بنی ہاشم کو جمع کیا اور ایک مکان محفوظ میں جو پہاڑ کی گھاٹی میں تھا اور قلعہ کی شکل رکھتا تھا لاکر پہنچایا۔

اسے شعب ابو طالبؑ کہا جاتا ہے۔

(۶) شعب ابو طالبؑ میں بنی ہاشم کی محصوری

کفار قریش نے بنی ہاشم کو چھوڑ کر تمام قبائل کو جمع کر کے آپس میں معاہدہ کیا کہ تمام بنی ہاشم کا بائیکاٹ کیا جائے۔ نہ ان سے شادی بیاہ کیا جائے۔ اور نہ خرید و فروخت، نہ کسی قسم کا میل جول رکھا جائے۔ اور جس طرح ہو سکے محمدؐ کی زندگی کا خاتمہ کیا جائے چنانچہ اس عہد نامہ پر سبھی سرداران قریش نے دستخط کیا اور وہ خانہ کعبہ میں لٹکا دیا گیا (طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۱۳۹)

اس معاہدہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان تمام محصورین پر آفت کی گھڑی آپہنچی کئی کئی دن کھانا پانی کچھ نہ ملتا چھوٹے بچے بھوک پیاس سے بلبلانے لگتے پھر یہ بھی خطرہ تھا کہ کہیں کفار کو سراغ مل جائے اور وہ رسول عربیؐ کا خاتمہ نہ کر ڈالیں اس لئے حضرت ابو طالبؑ پوری رات جاگا کرتے اور تلوار لیکر رسول عربیؐ کی خواب گاہ کی نگرانی کرتے، اور رات میں جگہ بدل بدل کر آپ کو اِدھر سے اُدھر منتقل کرتے رہتے۔ اور دن کو اپنے بیٹوں کو آپ کے پاس رکھتے.... یہ حالت دو چار مہینے نہیں بلکہ تین سال تک برابر رہی ان حالات نے ایک طرف محصورین کی جسمانی حالت خراب کر دی اور دوسری طرف مالی مشکلات انتہا کو پہنچ گئے۔ حضرت خدیجہؑ کی ساری دولت ان مشکل حالات میں گراں سے گراں تر چیز دل کے خریدنے میں صرف ہو گئی، تماشا یہ تھا کہ یہ سارے مصائب صرف بنی ہاشم ہی پر تھے دوسرے لوگ جو اب تک مسلمان ہو چکے تھے اپنی اپنی جگہ پر آرام سے تھے۔ اور ان کے قبیلوں کے لوگ باوجود ان لوگوں نے کوئی ہمدردی ان محصورین کے ساتھ نہیں برتی۔

(۷) آپ کا میلان قلبی یعنی محبت کدھر تھا؟

ان سارے واقعات پر نظر کرنے کے بعد بھی اگر کوئی بد باطن یہ کہہ پڑے کہ بتوں کی محبت اور بت پرستی پر میلان

تھا تو یہ اب عجوبہ سی بات ہوگی جس کا کوئی ثبوت تاریخ سے نہیں مل سکتا صرف بد باطنوں کی بد باطنی یا خاندان رسالت کی دشمنی کہی جا سکتی ہے ایک قلب میں دو محبتیں اور ایک دماغ میں دو مخالف راسخ خیالات کبھی جمع نہیں ہو سکتے! بتوں سے عقیدۃ بھی ہو اور بتوں کو برا کہنے والوں سے محبت بھی یہ نفسیاتی طور پر ناممکن ہے ایسے خیالات انہیں لوگوں کے ہو سکتے ہیں جو خود ایسے ناممکن امور کے دعویدار ہیں جو خاندان رسالت سے عقیدۃ کے بھی مدعی ہیں ان کے دشمنوں سے محبت بھی رکھتے ہیں حالانکہ یہ محالات سے ہے۔

رسول عربیؐ سے حضرت ابوطالبؑ کو کیسی محبت تھی یہ تو اوپر کے سارے واقعات بتا ہی چکے چند واقعوں کا جنہیں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ بیان کر دینا ضروری ہے۔ جس وقت کفار قریش عمارہ کو لیکر حضرت ابو طالبؑ کے پاس پہنچے تھے کہ یہ نوجوان، خوشرو اور شریف خاندان بچہ آپ لے لیجئے اور محمدؐ کو ہمارے حوالہ کر دیجئے کہ ہم قتل کر ڈالیں کیونکہ وہ ہمارے خداؤں کو برا اور ہم لوگوں کو احمق وجنہی کہتا ہے تو حضرت ابوطالبؑ نے جو جواب دیا ہم اوپر لکھ چکے۔ واہ سبحان اللہ، کیا خوب تم لوگوں کا انصاف ہے ہم تو تمہارے بچے کو لیکر پالیں اور کھلائیں اور تم میرے بچے کو قتل کر ڈالو (ابن سعد جلد ۱)

جناب ابوطالبؑ نے جواب تو دیدیا مگر کفار کے تیور اور انداز بازگشت نے انہیں بھی رسولؐ عربی کے قتل کیئے جانے کی طرف سے کچھ متردد کیا چنانچہ انہوں نے ایک شام کو رسول عربیؐ کو گھر پر نہیں پایا اور گمان غالب ہوگیا کہ بھتیجے کو کوئی گزند پہنچا دیا گیا۔ آپ نے کل اولاد ہاشم و مطلب کے کچھ نوجوانوں کو جمع کر کے ہدایت کی کہ ہر ایک تم میں سے کوئی کاٹنے والا ہتھیار ہاتھ میں لے لے اور جب میں فلاں جگہ داخل ہوں تو ایک ایک آدمی ان میں کے

ایک ایک لیڈر کے پہلو میں جا چھپے اور خصوصیت سے ابوجہل کو نہ چھوڑنا اور جونہی ہمارے پوچھنے پر معلوم ہو جائے کہ محمدؐ کو گزند پہنچایا گیا ہر ایک تم میں کا اپنے پاس والے کا خاتمہ کر دے پھر اس کے بعد دیکھا جائیگا۔

مگر یہاں تو بات ہی اور تھی آنحضرتؐ کوہ صفا پر اپنے چند اصحاب کو ہدایت دے رہے تھے زید بن حادثہ نے یہ خبر حضرت ابوطالبؑ کو دی مگر آپ نے کہا کہ میں گھر سے اندر جاؤنگا نہیں جب تک اپنی آنکھ سے اسے دیکھ نہ لوں چنانچہ رسول عربیؐ کو خبر دیگئی آپ تشریف لائے اور حضرت ابوطالبؑ کے پاس پہنچے آپ نے فرمایا بیٹا کہاں تھے خیریت سے تھے؟ حضرتؐ نے فرمایا جی ہاں، کہاں پس اندر جاؤ گھر میں رہو۔ واقعہ کو یہیں پر ابوطالبؑ نے ختم نہیں کیا بلکہ جب صبح ہوئی تو بھتیجے کا ہاتھ پکڑا اور ان سارے ہاشمی و مطلبی جوانوں کو لئے ہوئے اس جگہ آئے جہاں تمام بزرگان قریش جمع تھے اور کہا اے قریش والو جانتے ہو میں نے رات کیا منصوبہ بنایا تھا انہوں نے کہا نہیں کہا۔ اچھا سنو اور پورا واقعہ بیان کر دیا اور اپنے ساتھ والوں سے کہا تم لوگ ہاتھوں میں جو ہتھیار رکھتے ہو دکھا دو سب نے دیکھا کہ ایک ایک مہلک ہتھیار ہے۔ تب حضرت ابوطالبؑ بولے، خدا کی قسم اگر محمدؐ کا بال بیکا ہوا ہوتا تو میں تم میں سے کسی ایک کو چھوڑتا نہیں پھر ہم تم سب ہی ختم تھے۔ تمام مجمع پر ایک سناٹا چھا گیا اور ابوطالبؑ رسولؐ کو لیکر واپس گئے۔ تاریخ کا بیان ہے کہ پوری قوم پر ایک شکستگی طاری ہو گئی اور سب سے زائد شکستہ دلی ابوجہل پر تھی۔ (ابن سعد جلد ا ص۱۳۴)

یہ ایک ہی واقعہ حضرت ابوطالبؑ کی اس محبت کے اظہار و ثبوت کیلئے کافی ہے جو آپ کو آنحضرتؐ کے ساتھ تھی کیا اس جیسے قلب میں بت پرستی جگہ لے سکتی تھی۔ ہم ایک اور واقعہ

مختصراً لکھ کر ختم کر رہے ہیں ۔

حضرت ابو طالبؑ جب مرنے لگے تو رسول عربیؐ اتفاقاً وہاں موجود نہ تھے انہوں نے اس وقت جو اعزا موجود تھے انہیں پاس جمع کیا اور حضرت رسول عربیؐ کی اتباع و نصرت کی وصیت فرمائی چنانچہ طبقات ابن سعد کے الفاظ یہ ہیں۔

" اس وقت ابو طالبؑ نے اولاد عبدالمطلبؑ کو بلایا اور کہا تمہارے لئے ہمیشہ بھلائی ہی بھلائی رہے گی جب تک محمدؐ کی بات مانتے رہوگے اور جب تک ان کے دین کی پیروی کرتے رہوگے، ان کی مدد اور ان کی پیروی کرتے رہنا تو تم کامیابی و ہدایت پاؤ گے۔"

یہ تھی حضرت ابو طالبؑ کی محبت رسول عربیؐ سے، تو جس دل میں بتوں کی محبت ہوتی کیا ہلاک کنندہ بتان دست پرستان و بت پرستی کی ایسی و اتنی محبت ممکن تھی؟ ذرا شبہ کرنے والے دل پر نگاہ رکھ کر کچھ کہیں، کیا ان کے دلوں میں کسی سچے دوست کی محبت پر اس کے دشمنوں کی طرف میلان دونوں کا پایا جانا ممکن ہے؟ ہرگز نہیں، مگر یہ سارے ممکنات صرف حضرت ابو طالبؑ کیلئے ضروریات سے مان لئے گئے ہیں۔

(د) غیر بچے سے اپنے بچے جیسی محبت کا ایک سبب اپنے پاس بچوں کا نہ ہونا بھی ہے مگر حضرت ابو طالبؑ کے لئے یہ بات بھی نہ تھی، آپ خود ہی کثیر الاولاد تھے، جب اپنے پاس اولادیں تھیں تو پھر ایسے بچے سے محبت معمولی ہونی بھی ناممکن تھی جو اپنے مربی کے معبودوں کا مخالف ہی نہیں بلکہ بدگو بھی ہو۔ خلاف اس کے یہاں حضرت ابو طالبؑ کی والہانہ محبت تو مشہور ہے کہ آپ اس بچے کی حرکتوں کو عقیدت کی نگاہ سے دیکھتے اور اپنے بچوں کو بھی اس پر قربان کئے دے رہے ہیں۔ چنانچہ شعب ابو طالبؑ میں محصوری کے زمانہ تک جبکہ انہیں

محمدؐ عربی کے جان پر خطرے محسوس رہے
آنحضرتؐ کو رات میں بھی ایک جگہ رہنے
نہ دیتے خوابگاہوں کو ایک ایک رات
میں متعدد جگہوں پر بدلتے رہتے
اور آنحضرتؐ کی پہلی و مقدم جگہوں
پر حضرت علیؑ کو سلا دیتے۔
(۵) عربوں میں قدامتہً ایک اصول
چلا آرہا تھا جو ان کی فطرت بن گیا
تھا اور ایسے فطری اصولوں کی تبدیلی
بڑی مشکل بلکہ ناممکن بات تھی، وہ
یہ کہ وہ لوگ یتیم بچوں کو منحوس خیال
کرتے بیٹیوں کو ننگ خاندان جانتے
بیٹیوں کو پیدا ہوتے ہی دفن زمین
کر دیتے اور یتیموں کو گھر سے نکال
دیتے۔ مگر یہاں ہم معاملہ ہی الٹا پا
رہے ہیں یتیم عبداللہ سے بدسلوکی
کی جگہ اپنے بچوں سے بھی زائد محبت
ظہور میں آرہی ہے پرستاران دین
دینی معبودوں پر اپنی اولادیں بھی
قربان کرتے رہے ہیں کر رہے ہیں
اور آئندہ بھی کرتے رہینگے مگر ہم دیکھ

رہے ہیں کہ ایک یتیم بچے پر جو معبودوں
کا مخالف بھی ہے۔ یتیم بھی ہے اس
کی وجہ سے سارا خاندان مصیبتوں
کا نشانہ بنا ہوا ہے سارے قبائل
خون کے پیاسے ہو رہے ہیں دن رات
شکائتیں آرہی ہیں، حتیٰ کہ سماجی
معاملاتی اور سارے تعلقاتی امور
درہم برہم ہو رہے ہیں باہمی
کشاکش دن بدن بڑھ رہی ہے۔
سبھی مصیبتیں پڑ رہی ہیں مگر ابوطالبؑ
ہیں کہ اس بچے پر قربان بلکہ ساری
اولاد قربان، معبودوں کی عقیدتیں
قربان، خاندان کی تباہی منظور
سوال ہوتا ہے کہ یا حضرت آخر
ایسا کیوں ہے؟ ذرا آپ انہیں یتیم
عبداللہ کے پیروؤں کو بتا دیجئے ہم
کہاں تک لکھیں۔
مختصر کلام یہ کہ حضرت ابوطالبؑ
کا ایمان مابین خود خدا مسلم تھا آپ
اپنے آباء و اجداد کی طرح دین ابراہیمی
پر تھے۔ خود حضرت رسولؐ بھی اسے

جانتے تھے اسی لئے باہم کوئی کشمکش
نہ تھی اور نہ کسی اقرار و انکار کی صورت
رہی پھر رنجش و کشیدگی کیا ہوتی
جو آپ کا طرز عمل تھا وہی خدا اور
رسول کی طرف سے ان کا فریضہ
تھا، جیسے وہ با حسن وجوہ نبھاتے
رہے، سفر شام کے درمیان جبکہ
بحیرا راہب نے آنحضرتؐ کو دیکھا
تو حضرت ابوطالبؑ سے تاکید کی کہ
انہیں یہودیوں سے بچانا کہیں نقصان
نہ پہنچائیں بلکہ آگے لے جانے سے
منع کیا مگر جناب ابوطالبؑ نے جن
اللہ پر پورا بھروسہ تھا۔
اس نے صرف یہی کہا کہ اللہ کی حفاظت
کافی ہے .... (ابن سعد) تماشا
تو یہ ہے کہ کچھ مورخین نے حضرت
ابوطالبؑ کے اظہار اسلام (بعنوان
لسانی) کو بھی لکھا ہے شاہ عبدالحق
محدث دہلوی یوں تحریر فرماتے
ہیں می آرند کہ عباس سر خود را نزداو
برد و شنید از دے کلمہ شہادت

براو رسیدہ بحضرت گفت اسلم
عمکؑ یا رسول اللہ پس خوشحال شد
آنحضرتؐ (مدارج النبوۃ)

ایک امر اور بھی قابل توجہ ہے
مسلمانوں میں ایک گروہ ایسا بھی
ہے جو اس عیب پہ پردہ ڈالنے
کیلئے کہ ان کے اکثر نہ صرف یہ کہ
خود ہی بت پرست تھے بلکہ بت
پرست والدین سے بھی پیدا ہوئے
تھے انہوں نے زبردستی بت پرستی
کا عیب سبھی عمائدین دین خدا
لگا رکھا ہے حد ہو گئی وہ تو یہ بھی
کہتے ہیں کہ والدین حضرت رسول عربیؐ
بھی کافر تھے معاذ اللہ چنانچہ شب
معراج کی سیر میں صاحب معارج
النبوۃ نے تو عجیب بات لکھ دی
ہے جسے پڑھ کر دل کو سخت بے چینی
ہونے لگتی ہے وہ لکھتے ہیں۔ کہ
رسول عربیؐ جب سیر کرتے ہوئے
جہنم کا نظارہ دیکھنے اس کے قریب
پہنچے تو دو زن وشو کو جہنم کی آگ میں

جھلستے ہوئے دیکھا ان لوگوں نے
آنحضرتؐ کو پہچانا کہ یہ میرا فرزند
محمدؐ ہے اور رسولؐ عربی ان لوگوں
کی سفارش کیلئے دست دعا بلند
ہی کرنیوالے تھے کہ حکم خدا ممانعت
کا پہنچا کہ ہم مشرکین و کفار کے بارے
میں کوئی سفارش سنا نہیں چاہتے ۔
اس کے ساتھ رسول عربیؐ کے بارے
میں بھی سن لیجیئے انہیں مذکورہ بالا
آیتوں میں وجدکؐ ضالا فھدیٰ کے
معنی اکثر مفسرین اہل سنت یہی لکھتے
ہیں کہ اے رسول تم کو اللہ نے گمراہ
پایا پس دین اسلام کی ہدایت کی
حالانکہ وہ یہ نہیں غور کرتے کہ خود
رسول عربیؐ نے فرمایا تھا کہ کنت
نبیاً وآدم بین الماء والطین میں اس
وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم پانی و
مٹی کے درمیان تھے خدا برا کرے
ان ہمدردان بزرگ بت پرست
کا کہ ان کی محبت میں ان لوگوں
نے سبھی کو ڈبو دیا ۔ ہم چاہتے

ہیں کہ ناظرین کو ضالاً کے معنی بنا دیں
یہ لفظ الفظ مشترکہ ہے مشترک
لفظوں کے معنی متعدد ہوتے ہیں
حضرت رسول عربیؐ کی مشہور روایت
ہے ۔ الکلمہ ضالہ المومن یعنی علم و
حکمت مومن کی کھوئی ہوئی چیز
ہے تو اس معنی کے اعتبار سے وہاں
ضالاً کے کیا معنی ہوں گے ، دوسری نظیر
جب حضرت یعقوبؑ فراق یوسف
میں زار زار رونے لگے لت خراب
ہو چلی اس وقت ان کے بیٹوں
نے کیا کہا ہے ۔ قالوا تاللہ انکؐ لفی
ضلالکؐ القدیم ان لوگوں نے کہا
خدا کی قسم آپ یقیناً اپنے پرانے
محویت خیال و محبت میں ہیں (یوسف)
یا یہاں بھی گمراہی کے ہی معنی ہیں ؟
یا صرف رسول عربیؐ ہی کے معاملہ
میں گمراہی کے معنی ہیں ؟ علمد الوں
کیلئے تو اتنا ہی اشارہ کافی ہے مضمون
لمبا ہوتا جا رہا ہے اس لئے وضاحت
چھوڑ رہے ہیں ۔ ورنہ جگہ تو پرلطف تھی ۔

اب تیسرے جملہ وجدک عائلاً فاغنیٰ تم کو تنگ حال پایا تو غنی بنا دیا کس دولت نے جناب رسولؐ کو غنی بنایا دولت جناب خدیجہ اور اسی دولت سے غریب و کمزور مسلمانوں کی مدد کی یہ بھی ظاہر ہے کہ زائد تر مسلمان تنگ دست غلام اور مزدور ہی ہوئے جو بستی میں پریشان اور لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل ہو رہے تھے حضرت خدیجہ کی دولت نے ان مسلمانوں کی بڑی مدد کی اور شعب ابوطالبؑ کی قید میں مرنے سے جان بچائی حضرت خدیجہ ملیکہ العرب تھیں ان کے پاس کتنی ثروت تھی تاریخ پڑھنے والوں پر ظاہر رہی ہے ان کے فضائل میں معتبر اہل سنت کی کتابیں بھری پڑی ہیں سابق الاسلام تھیں ۔ پہلی معین و مددگار ۔ بلکہ اہل سنت کی تاریخیں تو کہتی ہیں کہ آپ تسلی دہندہ رسالت تھیں آپ ہی نے رسول عربیؐ کو پیغمبری ملنے کی طرف متوجہ کیا ۔

حضرت ابو طالب علیہ السلام کا پاکیزہ کردار

از سید محمد یاور حسین جعفری

بنی ہاشم کے ممتاز اور باوقار گھرانے کی اعلیٰ کردار، بلند اخلاق اور جلیل القدر شخصیت حضرت ابوطالبؑ کی ولادت باسعادت ۵۳۵ھ میں ہوئی جس سے سرزمین بطحا جگمگا اٹھی۔ آپ نے جس ماحول میں آنکھیں کھولیں اس میں روحانیت سے عناد نہیں تھا۔ یہ گھر انسانیت اور دینِ ابراہیمؑ کی لطافت و پاکیزگی سے آراستہ تھا۔ اور حقائق و معارف کی روشنی سے منوّر تھا۔

آپ کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنتِ عمر مخزومی تھیں۔ ابتدائی تربیت کی تمام نگرانی نیک دل، پاک نفس، با اخلاق اور دانشمند ماں نے کی۔ حضرت ابوطالبؑ بڑے خوش قسمت تھے کہ حضرت عبدالمطلبؑ کی آغوش میں پلے۔ آپ اپنے والد بزرگوار کے صفات و اخلاق اور کردار کی ہو بہو تصویر تھے۔ حضرت عبدالمطلبؑ حضرت ہاشم کی ساری عظمتوں اور اقتدار کے وارث تھے۔ آپ نے تہذیب کے بلند مدارج طے کئے تھے۔ آپ کی زندگی کا ہر ہر فعل سنجیدگی متانت کا حامل تھا۔

حیاتِ انسانی کے ہر پہلو کی علمی فصاحت دیکھنی ہو تو آپ کی حیات کو دیکھنا چاہیئے۔ آپ ان خاص بندگانِ خدا میں سے تھے جنھوں نے خلقِ خدا اور محمد مصطفےٰؐ کی سچی اور بے لوث خدمت کی دنیا میں بہت کم لوگ ایسے نکلیں گے جن میں یہ حیرت انگیز لیاقتیں، صلاحیتیں اور اوصاف موجود ہوں۔ آپ نے ہمیشہ صلح و مدارات سے کام لیا اور دشمنوں پر لطف و عنایت کرنا، خلق و حلم انسانیت، حق پرستی صداقت اور امانت کا ہر شخص قائل و

معروف ہے۔ باپ کی خوبیوں اور اچھائیوں
کو حضرت ابو طالبؑ اپنے دامن میں
سمیٹے ہوئے تھے۔ بنی ہاشم کے با اخلاق
لوگوں کی پہچان یہی ہے کہ وہ اپنے ہی
جیسا جوش و خروش اور صداقت و راستبازی
دوسروں میں بھی پیدا کر دیتے ہیں۔ باپ
کی دور اندیشی و تدبر اور کردار کا اثر
حضرت ابو طالبؑ پر بہت گہرا پڑا جس
نے آخر زندگی تک آپ کے اخلاق کو پیکر
عمل بنائے رکھا۔

آپ کے کارناموں کی تہہ میں حضرت
محمد مصطفٰےؐ کا درس کارفرما تھا جب
آنحضرتؐ پیدا ہوئے تو جناب ابو طالبؑ
نے اولاد سے بڑھ کر محبت اور شفقت
کی۔ آپ نے بچپن سے جناب رسول مقبولؐ
کی زندگی کے ہر پہلو پر نظر ڈالی اور
آپ میں بڑی خوبیاں دکھائی دیں۔ حضرت
ابو طالبؑ دھن کے بڑے پکے اور مستقل
مزاج تھے جس بات کو درست سمجھ
لیتے تھے اس پر شدید مخالفتوں کے
باوجود قائم رہنا اور اس کے لئے جدوجہد
کرنا اپنا فرض جانتے تھے۔ اسی لئے تو آپ
زندگی بھر جناب رسول مقبولؐ کی کسی منزل
سے غافل نہ ہوئے۔ اور آپ کی شخصیت
اور عظمت کا برملا اعتراف کیا۔ ان
کو جن حالات کا سامنا کرنا پڑا وہ نہایت
صبر آزما تھے۔ بے شبہ حضرت ابو طالبؑ
ان انسانوں میں سے تھے جو اپنی فراست
اور مسلسل جد وجہد و عمل کے ذریعہ حضرت
رسولِ عربیؐ کی مشکلات میں برابر شریک
رہے اور آپؐ کی حفاظت کرتے رہے۔

حضرت ابو طالبؑ نے جو کارہائے
نمایاں انجام دیئے وہ تاریخ کے اوراق
میں نمایاں ہیں۔ حضرت محمد رسول اللہؐ
کی تکلیف اور درد کو ہی تکلیف اور
درد سمجھتے تھے۔ جب جناب رسولِ مقبولؐ
پر آنچ آئی اور جان کے لالے پڑ گئے تو
اُس وقت بھی حضرت ابو طالبؑ کے اصلی
جوہر کھلے اور یہ وہ دور تھا کہ تنگ نظر
اور متعصب اشخاص قسم قسم کی گمراہیوں
اور غلط فہمیوں کا شکار ہو چکے تھے۔
اور سب نے طے کر لیا تھا کہ کوئی شخص

خاندانِ بنی ہاشم سے رابطہ نہ کرے اور نہ سامان خورد ونوش ہی دے یعنی جب تک کہ ابوطالبؑ، محمدؐ کو ہمارے حوالے نہ کر دیں۔ زمانہ حضرت محمدؐ کو مٹانے پر تلا ہوا تھا۔ آپ کی آواز نامانوس تھی، قدم قدم پر مخالفتیں کی گئیں، اور جناب رسولِ خداؐ کی تلقین کا کوئی اثر لوگوں پر نہ ہوا۔ اہلِ مکہ جس راہ پر چل رہے تھے اس سے ذرہ بھر اِدھر اُدھر ہونے پر رضامند نہیں تھے۔ ماضی کی روایات پر مضبوطی سے جمے ہوئے تھے اور کینہ و بغض غم و غصہ اور آتشِ انتقام کو سینوں میں چھپائے ہوئے تھے۔ انہوں نے جو طریقہ اختیار کر رکھا تھا اس میں مزید سختی پیدا ہو گئی تھی اور حضرت رسولِ کریمؐ کو پے در پے شعب حضرت ابو طالبؑ میں متواتر تین برس تک قیام کرنا پڑا حیرانی و پریشانی، وشکستگی اور مایوسی کی تاریکیاں ایسی چھا گئی تھیں کہ ان کے ذکر سے دل لرزتا ہے۔ ایسے نازک وقت میں حضرت ابوطالبؑ کا کردار صفحاتِ تاریخ میں ممتاز نظر آتا ہے۔ ایک طرف تو اس آڑے وقت میں حضرت رسولِ اسلام ہاشمی اور دوسرے بنی ہاشم کو مدد دینا اور دوسری طرف مسموم فضا کو سازگار بنانا حضرت ابوطالبؑ جیسے حق پرست اور باہمت انسان ہی کا کام تھا۔

بیاسی ۸۲ برس کی عمر میں حضرت محمدؐ عربی کی نصرت و حمایت میں سینہ سپر ہونا نہ صرف اخلاقی جرأت نہ تھی بلکہ اس میں حق پرستی کا پورا پورا جذبہ کار فرما تھا۔ جو ہمیشہ یادگار رہے گا۔ جس کی نظیر تاریخ کے صفحات پر نہیں مل سکے گی۔ اور ان حقائق کو سب ہی نے یک زبان ہو کر تسلیم کیا ہے۔

شعب ابوطالبؑ کی مصیبت کو دیکھنے کے بعد سب سے بڑا سوال آپ کے سامنے یہ تھا کہ جناب محمدؐ کو اس آفت سے کیونکر بچایا جائے۔ یہ بڑا سخت مرحلہ تھا اس کے لئے جو

مشقت اور مصیبت آپؑ نے اٹھائی وہ بڑی حیرت انگیز ہے۔ مصائب و آلام مسلسل نازل ہوتے رہے۔ ایک صدمے کے بعد دوسرا صدمہ پہنچتا رہا۔ مگر آپؑ نے ہمت نہ ہاری اور زبردست سے زبردست طاقت سے بھی مرعوب نہیں ہوئے۔ عقبہ، ابوجہل اور ابوسفیان وغیرہ وغیرہ نے سخت مخالفت کی آخر سب متفق ہوکر حضرت ابوطالبؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور آپؑ سے کہنے لگے ہم آپ کے بھتیجے سے عاجز آگئے ہیں اور عرب کے سارے قبیلے یہ طے کرچکے ہیں کہ محمدؐ اور محمدؐ کی تعلیم کو ہمیشہ کے لئے خاک میں ملا دیا جائے گا۔ چنانچہ آپؑ ان کو سمجھا دیں کہ اگر محمدؐ باز نہ آئے تو تم اکیلے ساری قوم کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ حضرت ابوطالبؑ ہمہ گیر شخصیت کے مالک تھے۔ سب کو مناسب جواب دے کر ٹال دیا اور حضورؐ سے فرمایا اپنا فریضہ ادا کئے جاؤ میں تمہارا ساتھ نہیں چھوڑوں گا

اور جو لوگ خدا کے رسولؐ سے دشمنی کرتے ہیں۔ ان سے میں نے صاف کہہ دیا ہے کہ میں ہمیشہ محمدؐ کے ساتھ ہوں جس کے دل میں ایمان ہوگا وہی جناب رسولؐ اللہ سے محبت رکھے گا۔ اسی جذبہ کے تحت خلوصِ نیت سے حق کی حمایت پر حضرت ابوطالبؑ کمر بستہ رہے اور نصرت کا حق ادا کیا اور نہ آپ کی طبیعت میں کبھی ذرہ بھر فرق آیا۔ ہر وقت آنحضرتؐ کی حفاظت کیا کرتے تھے۔ اس راہ میں ہزاروں مصائب کا شکار ہوکر بھی اپنے سر دھڑ کی بازی لگائی اور حضرت محمدؐ مصطفٰےؐ پر کوئی آنچ نہ آنے دی۔

آپ کے منصفانہ طرزِ عمل سے کفارِ مکہ کی توقعات خاک میں مل گئیں۔ آپؑ سراپا ایمان، سچے معنوں میں تھے۔ عدل و انصاف کو ہاتھ میں لئے رہے۔ خداوند تعالیٰ جس کو چاہتا ہے خاص طریقے سے اطاعتِ الٰہی اور معرفتِ نبیؐ کی توفیق عطا فرماتا ہے۔

لیکن انتہائی شرم و افسوس کا مقام ہے کہ بعض حضرت ابوطالبؑ کے وقار کو نقصان پہنچانے کے لئے محض تنگ نظری کے تحت آپ کی ساری خصوصیات و امتیازات کو فنا کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور آئے دِن طرح طرح کے طنز اور قیاس آرائیاں ایمان نہ لائے کو فروغ دینے کو ہوتی رہتی ہیں تاکہ آپؑ کی شہرت و منزلت عوام کی نگاہ میں گھٹ جائے۔ اموی جنبہ داریوں کا جذبہ بنی ہاشم کے تذکروں کا فروغ ایک لحظہ کے لئے گوارا نہیں کرسکتا۔ اس لئے یہ حقائق کو توڑ مروڑ کر بیان کرتے رہتے ہیں تاکہ حقیقت پر پردہ پڑ جائے۔ اسی غرض کے لئے انہوں نے اپنے مطلب کی غلط روائیتوں کے انبار تیار کر لئے تاکہ صحیح واقعات کا علم نہ ہونے پائے۔ اور آلِ محمدؐ کے خلاف فضا ہموار رہے۔ ان کو ہمیشہ اندیشہ رہا کہ کہیں صداقت واضح نہ ہو جائے ایسی پاکیزہ ذات کے بارے میں سچائی سے کام نہیں لیا گیا جس نے حضرت تاجدار رسالتؐ کی مکمل حفاظت کی تھی۔ مگر یاد رہے ان کار سے حقیقت نہیں بدل سکتی۔ دنیا میں بڑی بڑی شخصیتوں پر نکتہ چینی ہوتی رہی ہے۔ مگر حضرت ابوطالبؑ کی زندگی کے اعلیٰ کردار اور طرز عمل پر نظر ڈال لیجئے۔ آپؑ اپنے نفس کے لئے مکر و فریب اور دھوکہ بازی کو بالکل جائز نہیں سمجھتے تھے اپنی زندگی میں آپؑ نے نہ فریب کیا نہ دھوکا بازی پسند کی۔ وہ خالص حقیقت کو ترجیح دیتے تھے۔ اور رسالت کی صداقت کو مثل آفتاب کے روشن دیکھتے تھے اور آخری وقت تک دلائے محمدؐ سے منہ نہ موڑا۔ اور نصرت میں کوئی کوتاہی نہ کی۔

فخر موجودات حضرت محمد مصطفےٰؐ جس نازک اور دردناک دور سے گزر رہے تھے تو اس کا احساس بھی درد مند حضرت ابوطالبؑ کو ہی پوری طرح ہو گیا تھا اور جب ارشادِ نبویؐ کے برخلاف جارحانہ اقدامات سے کام لیا جانے لگا، اور

مشقت اور مصیبت آپؑ نے اٹھائی وہ بڑی حیرت انگیز ہے۔ مصائب و آلام مسلسل نازل ہوتے رہے۔ ایک صدمے کے بعد دوسرا صدمہ پہنچتا رہا۔ مگر آپؑ نے ہمت نہ ہاری اور زبردست سے زبردست طاقت سے بھی مرعوب نہیں ہوئے۔ عقبہ، ابوجہل اور ابوسفیان وغیرہ وغیرہ نے سخت مخالفت کی آخر سب متفق ہو کر حضرت ابوطالبؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور آپؑ سے کہنے لگے ہم آپ کے بھتیجے سے عاجز آگئے ہیں اور عرب کے سارے قبیلے یہ طے کر چکے ہیں کہ محمدؐ اور محمدؐ کی تعلیم کو ہمیشہ کے لئے خاک میں ملا دیا جائے گا۔ چنانچہ آپؑ ان کو سمجھا دیں کہ اگر محمدؐ باز نہ آئے تو تم اکیلے ساری قوم کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ حضرت ابوطالبؑ ہمہ گیر شخصیت کے مالک تھے۔ سب کو مناسب جواب دے کر ٹال دیا اور حضورؐ سے فرمایا اپنا فریضہ ادا کئے جاؤ میں تمہارا ساتھ نہیں چھوڑوں گا

اور جو لوگ خدا کے رسولؐ سے دشمنی کرتے ہیں۔ ان سے میں نے صاف کہہ دیا ہے کہ میں ہمیشہ محمدؐ کے ساتھ ہوں جس کے دل میں ایمان ہوگا وہی جناب رسولؐ اللہ سے محبت رکھے گا۔ اسی جذبہ کے تحت خلوص نیت سے حق کی حمایت پر حضرت ابوطالبؑ کمربستہ رہے اور نصرت کا حق ادا کیا اور نہ آپ کی طبیعت میں کبھی ذرہ بھر فرق آیا۔ ہر وقت آنحضرتؐ کی حفاظت کیا کرتے تھے۔ اس راہ میں ہزاروں مصائب کا شکار ہو کر بھی اپنے سر دھڑ کی بازی لگائی اور حضرت محمدؐ مصطفےٰؐ پر کوئی آنچ نہ آنے دی۔

آپ کے منصفانہ طرز عمل سے کفارِ مکہ کی توقعات خاک میں مل گئیں۔ آپؑ سراپا ایمان، سچے معنوں میں تھے۔ عدل و انصاف کو ہاتھ میں لئے رہے۔ خداوند تعالیٰ جس کو چاہتا ہے خاص طریقے سے اطاعتِ الٰہی اور معرفتِ نبیؐ کی توفیق عطا فرماتا ہے۔

لیکن انتہائی شرم و افسوس کا مقام ہے کہ بعض حضرت ابوطالبؑ کے وقار کو نقصان پہنچانے کے لئے محض تنگ نظری کے تحت آپ کی ساری خصوصیات و امتیازات کو فنا کرتے پر تلے ہوئے ہیں اور آئے دِن طرح طرح کے طنز اور قیاس آرائیاں ایمان نہ لائے کو فروغ دینے کو ہوتی رہتی ہیں تاکہ آپؑ کی شہرت و منزلت عوام کی نگاہ میں گھٹ جائے۔ اموی جنبہ داریوں کا جذبہ بنی ہاشم کے تذکروں کا فروغ ایک لحظہ کے لئے گوارا نہیں کرسکتا۔ اس لئے یہ حقائق کو توڑ مروڑ کر بیان کرتے رہتے ہیں تاکہ حقیقت پر پردہ پڑ جائے۔ اسی غرض کے لئے انہوں نے اپنے مطلب کی غلط روائیتوں کے انبار تیار کر لئے تاکہ صحیح واقعات کا علم نہ ہونے پائے۔ اور آلِ محمدؐ کے خلاف فضا ہموار رہے۔ ان کو ہمیشہ اندیشہ رہا کہ کہیں صداقت واضح نہ ہوجائے ایسی پاکیزہ ذات کے بارے میں سچائی سے کام نہیں لیا گیا جس نے حضرت تاجدار رسالتؐ کی مکمل حفاظت کی تھی۔ مگر یاد رہے ان کار سے حقیقت نہیں بدل سکتی۔ دنیا میں بڑی بڑی شخصیتوں پر نکتہ چینی ہوتی رہی ہے۔ مگر حضرت ابوطالبؑ کی زندگی کے اعلیٰ کردار اور طرز عمل پر نظر ڈال لیجئے۔ آپؑ اپنے نفس کے لئے مکرو فریب اور دھوکہ بازی کو بالکل جائز نہیں سمجھتے تھے اپنی زندگی میں آپؑ نے نہ فریب کیا نہ دھوکا بازی پسند کی۔ وہ خالص حقیقت کو ترجیح دیتے تھے۔ اور رسالت کی صداقت کو مثل آفتاب کے روشن دیکھتے تھے اور آخری وقت تک دلائے محمدؐ سے منہ نہ موڑا۔ اور نصرت میں کوئی کوتاہی نہ کی۔

فخر موجودات حضرت محمد مصطفےٰؐ جس نازک اور درد ناک دور سے گزرے تھے تو اس کا احساس بھی درد مند حضرت ابوطالبؑ کو ہی پوری طرح ہوگیا تھا اور جب ارشادِ نبویؐ کے برخلاف جارحانہ اقدامات سے کام لیا جانے لگا، اور

جب تک حضرت ابوطالبؑ زندہ رہے زمین پر ایک قطرۂ خون تک نہ گرا ۔ اور نہ نیزوں کی لچک اور نہ تلواروں کی چمک کوئی نقصان پہنچا سکی ۔ جس کی وجہ صرف یہ تھی کہ حضرت ابوطالبؑ کا اخلاق و کردار کام کر رہا تھا۔

تمام تاریخیں اس پر متفق ہیں کہ آپؑ کا سلوک آنحضرتؐ کے ساتھ نہایت بہترین تھا۔ آپؑ نے بڑے بلند مقصد کے لیئے اپنی زندگی وقف کر دی تھی۔ آپؑ محافظِ پیغمبرؐ تھے ۔ جو نیکی پھیلی، وہ اس خاندان سے ہی پھیلی ۔ در اصل اسلام تحفظِ اسلام کے لئے ہی آیا جس کے تمام اصول فطرتِ انسانی میں ڈھلے ہوئے ہیں جس میں انسانیت کی بقا کا راز مضمر ہے اور وہ ہر اس فعل سے کنارہ کشی اپنا فرض سمجھتا ہے ۔ جس میں انسانیت سوز جراثیم پوشیدہ ہوں اس کی اصلاح کرنا ہی اس کا حقیقی مقصد تھا۔ سرزمینِ عرب کی قدیم تاریخ کے بارے میں قرآن مجید میں واقعات آٹھویں صدی سے عرب مورخین نے جمع کیئے ہیں۔ مکہ میں سردارِ حقیقی عظمت کے وارث حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے فرزند حضرت اسمٰعیلؑ آباد ہو گئے تھے۔ بلا شبہ آپ میں بہت سی قابلِ تعریف خصوصیات تھیں ۔ آپ نے صداقت و راست بازی کی دنیا کو تعلیم دی اور آپ نے ہی انسانیت کی عظمت کی بنیاد رکھی ۔ آپ کی اولاد حجاز میں پھیل گئی ۔ مکّہ میں مختلف قومیں آباد تھیں جن میں قریش سب سے بڑا قبیلہ تھا۔ چنانچہ سیّد امیر علیؒ صاحب کی کتاب "شارٹ ہسٹری آف سارسینز" سے یہ مختصر واقعات تحریر کیئے جا رہے ہیں۔

فہر کا لقب قریش تھا۔ معد کے بیٹے عدنان کی نسل میں سے تھے جو حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد میں سے تھے ان کو ہمیشہ اپنے اجداد پہ فخر رہا ان کا شمار اشرافِ عرب میں تھا اور انہیں ہمیشہ بلند درجہ حاصل رہا۔ پانچویں صدی عیسوی میں قصیّ نے اپنے اقتدار

کو سارے حجاز میں پھیلا دیا۔ قصی ۴۸۰ء میں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ آپ کے بعد آپ کا بیٹا عبدالدار جانشین ہوا اس کی موت کے بعد اس کے پوتوں اور بھائی عبد مناف کے بیٹوں میں تنازعہ ہوا اور اتفاق کی ابتدا شروع ہوئی۔ آخر حضرت ہاشم کامیاب ہوئے۔ آپ بہت بڑے منصف مزاج اور صاحبِ اثر تھے۔ آپ دینِ ابراہیمؑ کے پیرو تھے اور اس پر سختی سے جمے ہوئے تھے۔ کوئی ذلیل بات گوارہ نہیں کرتے تھے۔ اور نہ ہی دین میں دغا و فریب کو جائز سمجھتے تھے۔ اپنے صاف مقصد سے کبھی ایک قدم بھی نہ ہٹے جو لائحہ عمل اپنے لئے تیار کیا تھا اس سے ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہ ہوئے۔ اپنے عمل سے مستقبل کے اچھے آثار کی بنیاد رکھی۔ آپ نے ۵۱۰ء میں وفات پائی۔ آپ کے بعد آپ کے بھائی مطلب آپ کے جانشین ہوئے۔ آپ کا انتقال ۵۲۰ء میں ہوا۔ اور آپ کے بعد آپ کے بھتیجے عبدالمطلبؓ جانشین ہوئے عبدالشمس کا بیٹا امیہ بنو ہاشم کے اقتدار پر حسد کرنے لگا۔ اس نے اپنے موقف سے اقتدار کے لئے رنجشیں بڑھا کر غلط راستہ اختیار کیا۔ اس کی یہ آرزو تھی کہ بنو ہاشم سے اقتدار چھین کر خود حکمران ہو جائے۔ یہ بنی ہاشم کا سخت مخالف تھا۔

حضرت عبدالمطلبؓ کے دور میں ابرہہ بن صباح نے ہاتھیوں کی فوج لے کر مکہ پر ۵۷۰ء میں حملہ کیا۔ پاسبانِ کعبہ پیغمبرِ اسلامؐ کے دادا حضرت عبدالمطلبؓ نے نہایت اطمینان سے کہا اس کا نگہبان رب ہے۔ جس کی طاقت کے مقابل تمام قوتیں ہیچ ہیں۔ قہرِ الٰہی نے اس فوج کو برباد کر دیا اور حضرت عبدالمطلبؓ کو فتح عظیم عطا ہوئی۔ آپ کے بہت سے بیٹے اور بیٹیاں تھیں۔

حضرت ابو طالبؓ حضرت علیؓ کے والد بزرگوار اور حضرت عبداللہ حضرت رسولِ خداؐ کے پدر بزرگوار دونوں حقیقی

بھائی تھے۔ حضرت عبدالمطلبؑ ۵۹ سال تک حکمران رہے۔ لکھا ہے کہ جب علالت میں شدت پیدا ہوئی تو آپ نے اپنے اطاعت گزار اور چہیتے فرزند حضرت ابوطالبؑ کو جو آپ کی دلی کیفیات اور باطنی امور سے کماحقہ واقف تھے وصیت فرمائی کہ محمدؐ بن عبداللہؑ کو دن رات اپنے پیش نظر رکھنا اور ان سے بہترین سلوک کرنے کی تاکید فرمائی۔ آپؑ نے واقعہ فیل کے آٹھ برس بعد ۵۷۹ء میں وفات پائی۔ جب حضرت ابوطالبؑ کے والد بزرگوار کا انتقال ہوا تو آپ کی عمر تینتالیسؔ سال کی تھی۔ آپ خانہ کعبہ کے محافظ بھی تھے۔ جناب سرور دوعالمؐ کی سرپرستی اور تربیت کا فخر بھی آپ ہی کو تھا۔

یہ ارباب علم و فہم سے مخفی نہیں کہ چچا نے باپ کے فرائض ادا کیے۔ بیالیس سال تک جناب پیغمبر اسلامؐ کو سینے سے لگائے رہے اور سایہ کی طرح ساتھ رہے۔ جناب رسولؐ اللہ آپ کی آنکھوں کے تارے اور جگر کے ٹکڑے تھے اور آپ کی ذرا سی تکلیف سے بھی بے قرار ہو جاتے تھے۔ حضرت پیغمبر اسلامؐ کی محبت اور مودت آپ کے دل میں انتہا درجہ پر تھی۔ دراصل آپ کی پاکیزہ سیرت ہی حضرت محمدؐ کی تقویت و کامرانی کا قوی سہارا تھا۔ دنیا کو شفقت کر کے دکھادی۔ حضرت ابوطالبؑ اپنے شفاف کردار کی وجہ سے تاریخ میں ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ اپنے آباؤ اجداد کی طرح دل کے نرم تھے اور انسانی دکھوں سے جلد متاثر ہو جاتے تھے۔ مساکین اور مسافروں کی ضیافت کا انتظام کرتے تھے۔ حضرت ابوطالبؑ دیانت و امانت، صفائی و حق گوئی، راست بازی متانت، سنجیدگی، اخلاق و انکساری اور صبر و تحمل کا مجسمہ تھے۔ اور بڑے جہاندیدہ تھے۔ ابتدائے حیات سے آخری وقت تک جو جو نقصانیاں اور لگاتار مصائب و آلام آپ نے برداشت کیے وہ حضرت محمد مصطفیٰؐ کی کامیابی

کی خاطر تھے۔ چھیاسیؐ سال کا سن ہوچکا تھا حضرت رسولِ مقبولؐ کے لئے وصیت فرمائی اور فرمایا کہ میری اولاد مثل میرے نصرت کرے گی۔ اے علیؑ و جعفرؑ! اپنے بھائیؐ کی مدد کئے جانا۔

آپؑ کا پاکیزہ کردار ارفع و اعلیٰ تھا آپ کے اوصافِ حمیدہ کی مدح و ثنا کوئی کیا کر سکتا ہے۔ آپ کے اخلاق کی ثناخواں تو خود ذاتِ رسالتؐ تھی۔ اپنے چچا کے احسانوں کا شکریہ یوں ادا کیا کہ آپ کے سب سے چھوٹے اور ہونہار فرزند حضرت علیؑ کو آپ نے لے لیا۔ یہ آپ کی محبت اور تربیت ہی کا اثر ہے کہ علیؑ کا نام دنیا میں علم و فضل، بہادری اور جرات، عقل و دانش، زہد و عبادت، ریاضت و سخاوت وایثار اور ہمدردی میں آفتاب کی طرح روشن ہے۔ حضرت نبی کریمؐ حضرت ابوطالبؑ کے انتقال پر اتنے رنجیدہ ہوئے کہ آپؐ کے چہرہ اقدس پہ مدتوں رنج و غم نمایاں رہا۔ وفات کے بعد بھی آپؐ اپنے شفیق چچا کا ذکر ہمیشہ محبت اور عزت سے کرتے تھے۔

علامہ ابن ابی الحدید حضرت ابوطالبؑ کی شان میں فرماتے ہیں۔

وماضر مجد ابی طالب، جھول لغا و بصیر تعاطیٰ کما لایضر آیات الصباح من ظن ضوء النھار الظلاما

"جس طرح وہ شخص جو دن کی روشنی کو اندھیرا ہی سمجھے وہ اپنے اس سمجھنے سے صبح کی نشانیوں کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ بالکل اسی طرح کسی جاہل کے لغو یا کسی آنکھ والے کے خواہ مخواہ اندھے بن جانے سے حضرت ابو طالبؑ کی شان گھٹ نہیں سکتی"۔ (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید مطبوعہ مصر، جلد سوئم صفحہ ۳۱۸)۔

ولولا ابوطالب وابنہ
لما مثل الدین شخصا فقاما
فذاک بمکۃ آوی وحامیٰ
وھذا بیثرب جس الحماما

اگر ابوطالبؑ اور آن کے فرزند

حضرت علیؑ نہ ہوتے تو یہ مذہب
اسلام نہ صورت پکڑتا اور نہ کھڑا ہو
سکتا۔ انہیں ابوطالبؑ نے مکہ میں حضرت
رسولؐ اللہ کو پناہ دی اور آپ کی
حمایت کی اور حضرت علیؑ نے مدینہ
میں اسلام کی اشاعت کے لئے موت
سے مقابلہ کیا۔ (شرح ابن ابی الحدید
جلد سوئم، صفحہ ۳۱۸)

چنانچہ جن کو اسلام سے محبت ہے
وہ آپ کی قدر و منزلت کرتے ہیں
اور احسان مند ہیں۔ اور جن کو اسلام سے
محبت نہیں بلکہ ان کا شیوہ ہی یہی
ہے کہ ہمیشہ منافقت کا بیج بویا جائے وہ
بے فائدہ اصلیت پر پردہ ڈال کر لوگوں کو گمراہ کرنے
کی کوشش کرتے رہتے ہیں ورنہ آپ کا
کام اور تواریخ شاہد ہیں
کہ آپ مومن خالص تھے۔
جس کے ثبوت کیلئے زیادہ کیا یہی
چند حروف کافی ہیں۔

جناب امیرؑ پیدا ہوئے تو حضرت
ابوطالب نے کعبہ کا پردہ پکڑ کر کہا
میں تجھے پکارتا ہوں اے صاحب
اندھری رات اور مالک صبح روشن
کے ہم سے اپنی رضا کا حکم کر جو نام
تو اس بچے کا مناسب سمجھے ناگاہ
ہاتف نے پکارا تو نے ہم سے اس
پاک لڑکے کی نسبت پوچھا ہے اس
کا نام آسمان کی بلندیوں میں علیؑ
ہے اور مشتق ہے العلی سے جو خدائے
پاک کے اسماالحسنیٰ میں سے ہے۔
(ارجح المطالب صفحہ ۱۱)

ابھی آنحضرتؐ نے اعلان رسالت
تک بھی نہ کیا تھا کہ آپ کا عقد حضرت
خدیجہ سے ہوا جہاں خطبہ کا آغاز جناب
ابوطالب نے ان الفاظ سے فرمایا۔
الحمدللہ الذی جعلنا من ذریۃ
ابراہیم و ذرع اسمٰعیل و عنصر مضر و
جعلنا حفظۃ بیتہ و سواس حرمۃ
یعنی خداوند تعالےٰ کا شکر ہے جس
نے ہمکو ابراہیم کی ذریت اور اسمٰعیل
کی نسل اور اصل معد اور خاندان
مضر سے قرار دیا اور اپنے گھر

سا نگہبان اور اپنے حرم کا منتظم بنایا
(اسنی المطلب مطبوعہ مصر صفحہ 14)

کافر آدمی کبھی یہ الفاظ ادا
نہیں کرسکتا ان الفاظ کے اور ذیل
کے اشعار جو حضرت ابوطالبؑ کے
ہیں کے ہوتے ہوئے وہ کون ہے
جو آپ کو کافر کہتا ہے اوپر کے
الفاظ سے بھی اقرار خداوند تعالیٰ
ہے اور اس شعر سے بھی اقرار خدا ہے!

واللہ لن یصلوا الیک بجمعھم
حتیٰ اوسد فی التراب دفینا وشق لہ
من اسمہ یصبلہ فذو العرش
محمود وھذا محمد ۔

یعنی خدا کی قسم اے محمدؐ یہ
لوگ کفار قریش ہرگز تم تک نہیں
پہنچ سکتے جب تک میں دفن نہ کر
دیا جاؤں ۔

خدا نے اپنے نام سے محمدؐ کا نام
مشتق کیا ہے پس وہ صاحب عرش
محمود ہے اور یہ محمدؐ ہے (اسنی المطالب
صفحہ ۱۵)

ایک اور جگہ حضرت ابوطالبؑ
نے یوں فرمایا ۔

الم تعلموا انا وجدنا محمداً
رسولاً کموسیٰ خط فی اول الکتب

یعنی اے قریش تم کو معلوم نہیں
ہے کہ ہم نے محمدؐ کو ایسا رسول پایا
ہے جو مثل موسیٰ کے ہے اور یہ بات
پہلی کتابوں میں مذکور ہے ۔
(اسنی المطالب صفحہ ۱۰)

آپ ہی وہ مقدس ہستی ہیں۔

لَقَدْ عَلِمُوْا اَنَّ ابْنَنَا لَا مُکَذَّبٌ
لَدَیْنَا وَلَا یعبا بِقَوْلِ اَلّا بَاطِلِ
وَاَبْیَضَ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْہِہٖ
ثِمَالُ الْیَتَامٰی عِصْمَۃٌ لِلْاَرَامِلِ

یعنی۔ وہ ایسے متبرک ہیں کہ ان
کے روئے روشن کا واسطہ دے کر
بادلوں سے پانی طلب کیا جاتا ہے۔
وہ یتیموں کے والی اور بیواؤں
کی جائے پناہ ہیں ۔

فَاَیَّدَہٗ رَبُّ الْعِبَادِ بِنُوْرِہٖ
وَاَظْھَرَ دِیْناً حَقُّہٗ غَیْرُ زَائِلٖ

یعنی بندوں کے پروردگار نے
اپنے نور کے ذریعے ان کی تائید
کی ہے اور انہوں نے ایسا دین ظاہر کیا ہے
جس کا حق ہونا کبھی زائل نہ ہوگا۔
جن کے زیر سایہ خود حضورؐ نے پرورش
پائی۔چنانچہ آپؑ کا ارشاد ہے۔

یا شاھد اللہ علے فاشھد
انی علی دین النبی احمدؐ

اے میرے متعلق اللہ کے گواہ تم
اس بات کے گواہ رہنا کہ میں پیغمبر
زمان احمدؐ کے دین پر ہوں۔
(شرح نہج البلاغہ جلد اوّل صفحہ ۳۱۵)۔
تاریخ ابو الفدا جلد اول صفحہ 120
تاریخ خمیس جلد اول صفحہ 340
تاریخ طبری (فارسی) جلد چہارم صفحہ
381 پر ہے کہ آپ نے جناب محمدؐ
مصطفےٰ کو یوں فرمایا۔

واللہ لن یصلوا الیک بجمعھم
حتیٰ اوسد فی التراب دفینا فاصدع
بامرک ما علیک غضاضۃ وابشر
وقر بذاک منک عیوناً ودعوتنی
وزعمت انک ناصحی ولقد صدقت
وکنت ثم امیناً وعرضت دیناً
لا محالیۃ انہ من خیر ادیان
البریۃ دینا

یعنی خدا کی قسم اگر یہ سب ملکر
بھی تمہیں ضرر پہنچانا چاہیں تو جب
تک میں زمین میں دفن نہ ہو جاؤں
تمہیں ضرر نہیں پہنچا سکتے تمہیں جو
حکم ہوا ہے اسے کھول کر سنا دو اس
میں تمہاری ذلت نہیں اور خوش ہو
اور اس سے آنکھیں ٹھنڈی کرو تم نے
مجھے اسلام کی طرف بلایا اور میں
جانتا ہوں کہ تم میرے خیر خواہ ہو
اور اس سے پہلے ہی تم صادق اور
امین کے لقب سے پکارے جاتے
ہو تم نے ایسا دین پیش کیا جو مخلوق
کے تمام دینوں سے یقیناً بہتر ہے۔
غرض آپ کا اسلام آپ کے
اشعار و اعانت نبوی سے صاف
ثابت ہوتا ہے۔ یعنی اقرار توحید و
نبوت و اسلام کا ثبوت ملتا ہے

کہ آپ خالص مومن تھے۔
آپ نے جو جانثاریاں کیں
اس سے کون انکار کرسکتا ہے
جو کرے وہ کافر ہے محبت کا
یہ عالم تھا کہ اپنے جگر گوشوں
تک کو آپ پر نثار کرتے تھے
آپ کی محبت میں تمام عرب
کو اپنا دشمن بنایا فاقے اٹھائے
محصور ہوئے اب و دانہ بند رہا۔
چنانچہ تاریخ بنی ہاشم صفحہ ۵ پر
ہے کہ حضرت ابوطالبؑ کو انحضرتؐ
سے وہ عشق پیدا ہوگیا کہ اتنا
وہ کبھی کسی چیز کے والہ و
شیدا نہ ہوئے تھے۔

مولانا نجم الحسن کراروی

اے ابوطالبؑ تجھے خالق نے عمران کردیا
خدمت احمدؐ سے تجھ کو روح عرفان کردیا
یہ ہے عرفاں کی تجلی یہ ہے ایمان کا فروغ
تیرے بیٹے کو خدا نے کل ایمان کردیا

حضرت ابوطالبؑ

سید نذیر حسین بخاری - لواں مزنگ - لاہور

حضرت رسول خدا صلعم کی نبوت سے پہلے خاندان نبی ہاشمؑ کے حالات تو زمانہ جانتا ہے مگر ضرورت اس کی ہے کہ ان حضرات کے مذہب کے بارے میں روشنی ڈالی جائے چنانچہ شمس العماء مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی لکھتے ہیں کہ ہم کو پیغمبر صاحب کے نسب نامے میں اس بات کی ٹوہ لگانی تھی کہ پیغمبر خدا کے بزرگ مذہب کے اعتبار سے کیا حیثیت رکھتے تھے اس جگہ مذہب سے ہماری مراد دین فطرت ہے جس کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو خدا سے شروع ہو کر قوانین امن وعافیت پر ختم ہوتا ہے۔ دوسرا وہ جو صرف قوانین و عافیت پر بولا جاتا ہے۔ پہلے قسم دین کامل ہے اور اس کے مقابلہ میں دوسری قسم دین ناقص

پیغمبر خدا کے نسب نامے پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ پہلی قسم کا دین فطرت پیغمبر خدا ہی کے جد اعلےٰ ابراہیمؑ نے خدا سے پایا اور اس کو رواج دیا یوں تو جناب رسولؐ اللہ نہایت سلجھی ہوئی طبعیت خدا کے یہاں سے لیکر آئے تھے۔ اور دین کے جنیچے تلے خیالات خود ان کے دل سے پیدا ہوتے تھے مگر خاندانی اثر نے بھی سونے پر سہاگے کا کام دیا تھا حضرت ابراہیمؑ کے مدتوں بعد دین میں بڑے بڑے رخنے پڑ گئے تھے۔ یہاں تک کہ قریش نے خدا کے گھر کو بت خانہ بنا دیا تھا اور کھلم کھلا بتوں کی پوجا کرتے تھے مگر وہ جو کہتے ہیں کہ اول بہ آخر نسبتے دارد۔ فطرت کی چنگاری جو بت پرستی کی راکھ

ہیں دبی ہوئی تھی عبدالمطلبؑ اور ابوطالبؑ کے زمانہ میں از سر نو چمکی اور پیغمبرؐ خدا کے بزرگوں میں یہی دو بزرگ ایسے بزرگ تھے جن کے خیالات کا اثر پیغمبرؐ خدا پر ہوا کیونکہ حضورؐ ان کے سایہ میں پلے آنحضرتؐ کی پیدائش سے قبل حضورؐ کے والد کا انتقال ہو گیا تھا۔ آٹھ برس کی عمر تک آپ کے دادا عبدالمطلبؑ نے پرورش کیا اور اُن کی وفات کے بعد آٹھ برس کی عمر سے لیکر پچیس برس کی عمر تک آپ کے چچا ابوطالبؑ نے اور عبدالمطلبؑ اور ابوطالبؑ کے حالات سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ دونوں دین فطرت کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھے اور چوں کہ اُن کا زمانہ فطرت کا زمانہ تھا دین فطرت ہی کے وہ مکلف بھی تھے۔ (امہات الالہ ۴۷) اور علمائے اہل سنت کے ایک جلیل القدر بزرگ علامہ سیوطی نے نو کتابیں صرف

اسی موضوع پر تصنیف کی ہیں کہ حضرت رسولؐ خدا کے آباو اجداد ذکور و اناث سب کے سب باایمان اور دین حق (دین ابراہیمی) پر تھے۔ یہ سب کتابیں ریاست حیدرآباد دکن کی طرف سے شائع کردہ ہیں۔ ان سب میں انہوں نے ثابت کیا ہے کہ حضرت رسولؐ خدا کے آباؤ اجداد کبھی مشرک نہ تھے۔ کبھی کفر نہیں اختیار کیا تھا بلکہ برابر دین ابراہیم کے پیرو تھے مثلاً لکھتے ہیں۔ ان آباء النبیؐ لم یکن فیھم مشرک۔ حضرتؐ کے آباو اجداد میں ایک شخص بھی مشرک نہیں تھا۔ (مسالک الحنفا ص ۱۹) اور جناب شاہ عبدالحق صاحب دہلوی نے لکھا ہے کہ حضرت رسولؐ خدا صلعم کے آباؤ اجداد کرام حضرت آدمؑ سے حضرت عبداللہؑ تک سب کے سب کفر و شرک کی نجاست سے پاک و پاکیزہ تھے اور علمائے حضرات نے اس کی دلیلوں کو تحریر کیا ہے اور یہ

وہ علم ہے جس سے خدا نے ان کو مخصوص کیا ہے اور آن کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت کے کل آباؤ اجداد دین اسلام پر تھے۔ غرض یہ ممکن نہیں کہ خدا اس نور پاک کو تاریک اور گندی جگہ (کافروں کے صلب و رحم) میں رکھے اور آخرت میں آن کے کافر آباؤ اجداد پر عذاب کر کے حضرت رسولؐ خدا کو رسوا کرے (اشعۃ اللمعات جلد ۴ صـ۲۵۲ اور علامہ فخر الدین رازی نے اپنی کتاب اسرار التنزیل میں لکھا ہے انبیاء کے آباؤ اجداد کافر نہیں تھے چنانچہ اس امر کی دلیل کہ حضرت رسولؐ خدا کے آباؤ اجداد مشرک نہیں تھے۔ حضرت رسولؐ خدا کی یہ حدیث بھی ہے۔ جس میں فرمایا ہے کہ میں ہمیشہ پاکیزہ لوگوں کی صلبوں سے پاکیزہ ہی بیویوں کے رحموں میں منتقل ہوتا آیا (مسالک الحنفاء صـ۱۸

اور مذہب شیعہ کے بڑے عالم علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے

کہ علماء امامیہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت رسولؐ خدا صلعم کے والد والدہ بلکہ کل اجداد و جدات تک صحیح مذہب پر تھے اور آپ کا نور مبارک نہ کسی مشرک فرد کی صلب میں داخل ہوا نہ کسی مشرک عورت کے رحم میں بلکہ متواتر حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رسولؐ خدا کے باپ دادا سب کے سب انبیاء۔ اوصیا اور دین خدا کے حامل تھے اور حضرت اسمٰعیلؑ کے فرزند جو آنحضرت صلعم کے اجداد کرام تھے حضرت ابراہیمؑ کے اوصیاء اور خلائق کے مرجع تھے اور ملت ابراہیمی ان کے درمیان باقی تھی اور حضرتؑ موسیٰ اور حضرت عیسےؑ کی شریعت کی وجہ سے ملت ابراہیمی منسوخ نہ ہوئی تھی۔ بلکہ یہ حضرات اس کے محافظ تھے

امیرالمومنین علی علیہ سلام سے منقول ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ خدا کی قسم

نہ میرے والد نے بتوں کی پرستش کی نہ میرے جد عبد المطلبؑ نے نہ آن کے پدر بزرگوار ہاشمؑ نے نہ ان کے والد عبدؑ مناف نے بلکہ یہ کل حضرات خانہ کعبہ کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھتے اور دین حضرت ابراہیمؑ پر قائم تھے۔ (حیواۃ القلوب جلد ۲ باب افصل ۳) حضرت ابو طالبؑ بھی خاندان بنی ہاشم کے ایک ممتاز رکن تھے۔ آپ حضرت رسولؐ خدا کی بعثت تک دین ابراہیمی ہی پر تھے اور جب آنحضرتؐ صلعم نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی تو اس وقت آپ دین ابراہیمی سے سے دین اسلام میں داخل ہو گئے۔

مولوی نذیر احمد صاحب لکھتے ہیں جس وقت پیغمبرؐ صاحب نے اسلام کی منادی شروع کی ان کے چچا ابو طالبؑ زندہ تھے وہ دل سے پیغمبرؐ صاحب کو سچا پیغمبر اور اسلام کو خدائی دین سمجھتے تھے اور اگر وہ کافر بھی تھے جیسا کہ بعض خیال کرتے ہیں تو ہمارے نزدیک اسلام ہم لوگوں کے اسلام سے آن کے کفر کا بہت زیادہ ممنون ہے۔ الہیٰ صدقہ اپنے پیغمبرؐ کا ابو طالبؑ جیسی ہمدردی ہم کو اور ہماری نسلوں کو نصیب کر حضرت ابو طالبؑ اپنے والد حضرت عبد المطلبؑ کے بعد تمام قبیلہ قریش کے مانے ہوئے رئیس تھے اور ان کی حمایت کے ہوتے ہوئے پیغمبرؐ خدا کو کسی کی حمایت کی ضرورت نہ تھی مگر خرابی یہ آکر پڑی تھی کہ اپنے ہی خاندان میں پھوٹ تھی ایک چچا ابو طالبؑ تھے جو پیغمبرؐ خدا کو اپنے صلبی بیٹوں پر ترجیح دیتے تھے جہاں پیغمبرؐ خدا کا پسینہ گرے اپنا خون بہانے کو موجود اور ایک چچا ابولہب تھا جو اپنی بیوی جو ابو سفیان کی بیٹی تھی اسلام کے نام سے چڑتا تھا اور پیغمبرؐ خدا کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں خون اتر آتا تھا پس ابو طالبؑ کی حمایت پیغمبرؐ خدا کی جان کی ضمانت تھی

اس سے زیادہ نہیں (امہات الامۃ ص۹۴)
اور مولوی شبلی نعمانی صاحب نے لکھا
ہے ابن اسحاق کی روایت ہے کہ
مرتے وقت ابو طالبؑ کے ہونٹ ہل
رہے تھے۔ حضرت عباسؓ جو حضورؐ
کے چچا تھے کان لگا کر سنا تو آنحضرتؐ
سے کہا کہ آپ نے جس کلمہ کے لیئے کہا
تھا ابو طالبؑ وہی کہ رہے ہیں یہ
روایت صحیح بخاری کی ہے جس کی وجہ
اختلاف ہے اس لئے محدثین زیادہ
تر ان کے اسلام کے متعلق شک میں
ہیں لیکن محدثانہ حیثیت سے بخاری کی
یہ روایت چنداں قابل حجت نہیں کہ
آخر راوی وہ ہیں جو فتح مکہ میں اسلام
لائے اور ابو طالبؑ کی وفات کے
وقت موجود نہ تھے اسی بنا پر علامہ
عینی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا
ہے کہ یہ روایت مرسل ہے ابن اسحاق
کے سلسلہ روایت میں عباس ابن عبداللہ
بن معبد اور عبداللہ بن عباس ہیں یہ
دونوں ثقہ ہیں لیکن بیچ کا ایک راوی
یہاں بھی رہ گیا ہے اس بنا پر دونوں
روایتوں کے درجہ اسناد میں چنداں
فرق نہیں۔ ابو طالبؑ نے آنحضرتؐ
کے لئے جو جان نثاریاں کیں اس سے
کون انکار کر سکتا ہے۔ وہ اپنے جگر
گوشوں تک کو آپ پر نثار کرتے تھے
آپ کی محبت میں تمام عرب کو اپنا
دشمن بنا لیا آپ کی خاطر محصور ہوئے
فاقے اٹھائے۔ شہر سے نکالے گئے۔
تین برس تک آب و دانہ بند رہا۔
کیا یہ محبت۔ یہ جوش یہ جانثاریاں
سب ضائع جائیں گی۔ ابو طالبؑ آنحضرتؐ
سے ۳۵ برس عمر میں بڑے تھے۔
رسولؐ اللہ کو ان سے نہایت محبت
تھی۔ ایک دفعہ وہ بیمار پڑے آنحضرتؐ
ان کی عیادت کے لئے گئے تو انہوں
نے کہا بھتیجے جس خدا نے تجھ کو پیغمبر
بنا کر بھیجا ہے۔ اس سے دعا نہیں
مانگتا کہ مجھ کو اچھا کر دے آپ نے دعا
کی اور وہ اچھے ہو گئے آنحضرتؐ
سے کہا خدا تیرا کہنا مانتا ہے آپ نے

فرمایا جو خدا اسکا کہنا مانے خدا اس کا
کہنا مانتا ہے۔ (سیرۃ النبی جلد ا
ص ۱۸۲) اور اصابہ مطبوعہ مصر جلد ے
صفحہ ۱۱۱) جناب ابوطالبؑ کا اسلام
اس قدر زبردست ہے کہ علامہ
ابن حجر عسقلانی شارح صحیح بخاری
ایسے محدث تک نے آپ کا ذکر اپنی
کتاب الاصابہ میں جو اصحاب کے
حال میں لکھی گئی ہے اور معلوم ہے کہ
اصحابی وہی ہے۔ جو حالت اسلام
میں حضرت رسولؐ خدا سے ملا ہے اور
جو کفر میں مرا اس کا ذکر اس میں نہیں
ہے مثلاً ابوجہل۔ ابولہب وغیرہ بھی
حضرت رسولؐ خدا کے زمانہ میں
تھے اور برابر حضرتؐ سے ملتے رہتے تھے
مگر ان کا ذکر علامہ مذکور نے اس
کتاب میں نہیں کیا اسی وجہ سے تو کہ
وہ دونوں کافر تھے جب وہ مسلمان
ہی نہیں ہوئے تو صحابہ نہیں قرار
پائے اور جب یہ صفت ان میں نہیں
آئی تو صحابہ کے حالات میں جو کتاب
لکھی گئی اس میں ان کا حال کس اصول
سے لکھتے لیکن جناب ابوطالبؑ کا حال
تفصیل سے لکھا اور کامل پانچ بڑے
حصوں میں درج کیا ہے جو اس کی
واضح دلیل ہے علامہ مذکور نے آپ
کو اصحابی رسولؐ اللہ سمجھا اور مسلمان
تسلیم کیا علامہ مذکور وہی لکھتے ہیں
جب حضرت رسولؐ خدا مبعوث
برسالت ہوئے تو جناب ابوطالبؑ
آپ کی حمایت پر کھڑے ہوگئے آپ
کے دشمنوں کو آپ سے دفع کرنے لگے
اور آپ کی مدح میں کثرت سے قصیدے
لکھے انہیں قصائد میں وہ بھی ہے۔
جس کا ایک شعر یہ ہے وابیض یستسقی
الغمام بوجہہ ثمال الیتامی عصمۃ للارامل
حضرت رسولؐ خدا ایسے نورانی ہیں کہ
ان کے چہرے کا واسطہ دے کر خدا
سے طلب باراں کیا جاتا ہے اور وہ
یتیموں کے فریادرس اور بیوؤں کے
بچانے والے ہیں آپ کے ایک اور
قصیدہ میں یہ شعر ہے۔

وشق له من اسمه ليجله فذو العرش
محمود وهذا محمدؐ خدا نے حضرت رسولؐ
خدا صلعم کی جلالت قدر کے لئے اپنے
نام سے ایک نام مشتق کر کے رکھا
اس طرح صاحب عرش (خدا) محمود
ہے اور رسولؐ خدا محمدؐ ہیں۔ ابن عیینہ
کہتے تھے کہ اس سے بہتر شعر میں نے
کبھی نہیں سنا جناب ابوطالبؑ کہا
کرتے تھے ماکذب ابن اخی قط۔ میرا
بھتیجا کبھی نہیں جھوٹ بولتا (اصابہ
جلد ۷ ص ۱۱۳) مذکورہ بالا عبارت کا
ہر جملہ پکار کر کہتا ہے کہ حضرت
ابوطالبؑ صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ
مسلمان گر اور اسلام پناہ تھے (۱)
مرتے وقت کلمہ شہادتین جاری کرنا
جو اس اصول پر نہیں تھا کہ آخر میں
اسلام قبول کریں بلکہ ویسا ہی تھا
جیسا ہر مومن کا شعار ہے کہ انتقال
کے وقت کلمہ شہادتین پڑھتا ہوا
دنیا سے جاتا ہے۔ اور جناب عباس
کی شہادت زبردست شہادت ہے
بلکہ اس سے قوی تر شہادت کیا ہو
سکتی ہے (۲) رسولؐ خدا اسے کہنا
کہ میری صحت کے لئے خدا سے دعا
کرو اگر آپ خدا کو ایک اور پیغمبر
خدا کو برحق نہیں جانتے تھے تو آپ
سے یہ فرمائش کیوں کی کیا کبھی اور کافر نے
بھی کبھی حضرت سے ایسی مذہبی
درخواست کی تھی (۳) جب
آپ کو صحت ہو گئی تو آنحضرتؐ
سے یہ کہنا کہ خدا تیرا کہا مانتا ہے ہزار
ثبوت کا ایک ثبوت ہے۔ جب
حضرت ابوطالبؑ کو یقین ہوا کہ
خدا حضرتؐ کی بات مانتا ہے۔ تو پھر آپ
کافر کیسے رہ سکتے تھے۔ اگر حضرت ابوطالبؑ جانتے
کہ حضرتؐ پیغمبر نہیں ہیں تو ضرور یہ بھی یقین رکھتے
کہ خدا انکا کہنا نہیں مانتا ہے۔ کیونکہ ہر شخص اس
بات کا یقین رکھتا ہے کہ جو شخص جھوٹا مدعی نبوت ہوگا
خدا کسی بھی بات میں اسکا کہنا کبھی نہ مانیگا (۴) یہ
کہنا کہ خدا نے اپنے نام سے لفظ محمدؐ کو مشتق کر کے حضرت
کا یہ نام اس غرض سے رکھا کہ (خدا کی طرح) حضرت کی
جلالت وعظمت بھی اچھی طرح واضح ہوجائے واضح
کرتا ہے کہ جناب ابوطالبؑ کو بالکل حضرت کا نبیؐ بلکہ

-۴۴

قرآن جس کو عمران کہتا ہے
زمانہ جسے ابو الایمان کہتا ہے

از جناب حکیم روگی خادم حسین صاحب چنیوٹ

حضرت ابو طالب علیہ اسلام کی شرافت بزرگی کمالیت جلالیت لیاقت قابلیت کیا بیان کی جائے۔ جو خود ابو الایمان یعنی ایمان کا باپ ہو بیٹا مشکلکشا شیر خدا ہر درد کی دوا سر پہ تاج ہل اتیٰ سیّدِ الاوصیاء مالکِ اِنّا۔

حضرت علیؑ علیہ السلام کلِّ ایمان ہو پوتے حسنینؑ شریفین دختر رسولؐ کے دلبند وچین جوانانِ بہشت کے سردار ہوں۔ بیوی فاطمہ بنت اسد جس کا جنازہ بانی کائنات ؐ نے پڑھا۔ نبی کریم نے جس کو ماں کہا ہو۔ عوام میں بانی اسلام بنیم ابو طالبؑ مشہور ہو جائیں۔

حضرت ابو طالبؑ کی سیرت طینت عادت خصلت کیا بیان کی جائے۔ بعض کو تو فضیلت اس لئے دی گئی کہ فخرِ موجودات سرورِ کائنات لائقِ ملوات کی صحبت میں رہے مگر اس کی شان کیا بیان ہو جس کی رفاقت صحبت میں سرورِ کائنات رہے ہوں نورانی جسم مَس ہوتا رہا ساتھ ہی سوتا ایک بستر پر۔ ایک دوسرے کی سیرت سے آگاہ ہوں کمانے پینے چلنے پھرنے اٹھنے بیٹھنے سونے جاگنے بولنے چالنے نشست و برخاست نشیب و فراز تنگی سختی فراخی تنگی دکھ سکھ وغیرہ حالات میں ہر دم ہر وقت شریک رہے شامل حال رہے ہوں۔ اپنے لختِ جگر کی ضرورت سے گلہ بانِ عالم کی ضرورت کو ترجیح دیتے رہے اور مقدم سمجھتے رہے

محسنِ اسلام کی حفاظت پاسبانی میں سر دھڑ کی بازی لگا رکھی سینہ سپر بنے رہے۔ سختی اور تنگی برداشت کی مگر توحید کے پرستار کو نہ چھوڑا نبی کریم صلعم کی خاطر آرام اور سکون کو فراموش کر رکھا تھا ہر وقت حضرت محمد مصطفٰےؐ کی خدمت تعلیم و تربیت کو آجاگر کرنے میں خوشی اور خندہ پیشانی سے مست اور محو رہتے اپنے آرام کو بھی چھوڑ رکھا تھا فخرِ دو عالم کو وعظ و نصیحت اور مشن پیش کرنے لئے میدان کھلا کرنے کی رات دن تگ و دو میں لگے رہتے تھے۔ تاکہ میر بھتیجا محمدؐ اپنا مطلب دل کا مقصد کھلے طور پر اور آزادی سے پیش کر سکے۔ خداوند تعالیٰ کے فرمان کو پہنچانے میں جو جو روکاٹیں حائل ہوتیں دور کرتے رہتے تھے اعلانیہ فرماتے تھے اے محمدؐ اپنا مطلب کھل کر بیان کیا کرو جب تک میں زندہ ہوں تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ہیں تم نے اچھا اور بہترین دین پیش کیا ہے۔ ایسے شخص کی خدمات بے لوث کو عوام نے مشہور کر رکھا تھا محمدؐ یتیم ابوطالبؑ ہے۔ محمدؐ کو یتیم ابوطالبؑ کے نام سے موسوم کیا جاتا رہا حضرت ابوطالبؑ کے رعب و جلالت کیوجہ سے کسی کو جرأت پیدا نہ ہوئی کہ توحید کے پرستار کی طرف آنکھ اٹھا کے دیکھ سکے محمدؐ کا بال بھی بیکا نہ کرسکے محمدؐ کی ذراسی تکلیف پر حضرت ابوطالبؑ خون کا پسینہ کرانے کو تیار ہو جاتے تھے۔ محمدؐ کے دکھ درد کو اپنے دکھ درد سے مقدم جانتے اور ترجیح دیتے۔ بیّن دلیل ہے کہ حضرت محمدؐ اپنا دلی ارادہ مکمل اور بے دھڑک کھلے بندوں پیش کرتے رہے حضرت ابوطالبؑ کی موجودگی میں اسلام چمکنے لگا لوگوں کا محبوب دین بن گیا مشرکین اور کفار براہ راست محمدؐ کے سامنے نہ جاتے بلکہ

حضرت ابوطالبؑ سے دریافت کرکے جاتے تھے تاکہ ابوطالبؑ ناراض نہ ہوجائیں۔ سب کے دلوں پہ حضرت ابوطالبؑ کا رعب وجلال چھایا ہوا تھا حضرت ابوطالبؑ کو بھی لوگ آکر کہتے تھے کہ اپنے بھائی کی نشانی کو سمجھاؤ کہ ہمارے بتوں کے خلاف باتیں کرتا ہے۔ یہ خادم ایسے بزرگ بے لوث اسلام کی خدمت کرنے والے کی شان اُن بان کے بارے میں کیا عرض کرے۔ عزت عظمت شوکت سطوت صولت مند حضرات کی کیا مدحت بیان کرسکے وہ شخص خاکی جس کے بدن میں نسیان اور خطا کا مواد موجود ہو۔

گویا کہ حضرت ابوطالبؑ شریعت طریقت حقیقت معرفت کشف و کرامت اللہ اینت وحدانیت حقانیت انسانیت کی بقاؤ ارتقا کے خاطر سینہ سپر بنے رہے۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی پاسبانی کرکے عوام تک پہنچانے میں مشغول رہے حضرت ابوطالبؑ کو یقین تھا کہ حضرت محمدؐ کی وجہ سے ساری کائنات وجود میں آئی اسی کی خاطر وحدہٗ لا شریک نے یہ سارا کچھ پیدا کیا۔

جانتے تھے اور ان کو مکمل یقین تھا اسی کے نام سے ہماری دینی دنیاوی زندگی ہے۔ ساری عزت عظمت دولت سطوت صولت برکت محمدؐ کے دم سے وابستہ ہے حضرت ابوطالبؑ جانتے تھے اور مکمل یقین تھا یہ کل کائنات کا راہبر اکبر بن کر آیا ہے اسی ہی کی وجہ سے غیر منظم ہوں گے دنیا سے تاریکی اور جہالت کو مٹا کر اچھائی اور نیکی کا بیج بونے والا یہ میرا بھتیجا محمدؐ ہی ہے ملک اور وطن کی زندگی اسی کے دم سے ہی ہے اس کی خدمت سے برکت اور شوکت ہے سعادت ابدی ہے اس کی خدمت فخر ہے کرنا خداوند تعالےٰ کی خوشنودی حاصل کرنا حضرت ابوطالبؑ کو یقین تھا

یہ جنت و دوزخ کا مالک ہے جہاں اس کی شاہی ہے وہاں اسلام کی شاہی ہوگی۔ پروردگار کے نزدیک پسندیدہ دین دینِ اسلام ہی ہے ۔

حضرت ابوطالبؑ بھائی کی نشانی جان کر قربانی اور جانفشانی ہی نہیں کر رہے تھے بلکہ خداوند تعالیٰ کے برگزیدہ اور پسندیدہ دین اسلام کے لئے خدمات پیش کرتے رہے تھے سر دھڑ کی بازی لگا رکھی تھی خداوند تعالیٰ کے دین اسلام کیلئے مال و دولت لٹانے میں بھی دریغ نہ کیا ۔ مکمل یقین تھا کہ حضرت محمدؐ علام الغیوب احکم الحاکمین کے بنائے ہوئے خاتم النبیین ہیں اور آخری رسول ہیں سابقہ کتب سے پڑھ چکے تھے معاملہ فہم تھے عاقل اور فراخ بین تھے۔ مال و دولت عزت عظمت آرام و سکون کو دین اسلام کے مقابلہ میں کچھ نہیں جانتے تھے یہ سب کچھ اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے کل کائنات کا مالک خداوند اکبر ہے اور محمدؐ اس کے سچے رسول ہیں۔ فرماتے تھے۔

لَمْ اَرَ مِنْہُ کِذْبَۃً وَلَا ضُحْکًا وَلَا جَاھِلِیَّۃً وَلَا وَقَفْتَ مَعَ الصِّبْیَانَ ۔

کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ حضرت محمدؐ نے کبھی جھوٹ کہا ہو نہ بے جا مذاق کرتے نہ کبھی کوئی کام جہالت کا کیا اور نہ وہ بچوں کے ساتھ فضول بیٹھتے ہیں ۔ گویا کہ حضرت محمدؐ کی نبوت پر پورا اور مکمل یقین تھا حالات بھی ان کے سامنے تھے۔ پہلے ہی سے پکے مسلمان اور مومن تھے حالات کو دیکھتے ہوئے اور بھی یقین میں اضافہ ہوتا گیا اور دل کو تسلی ہوتی گئی نقشِ نبوت مکمل و اکمل ہوتا گیا ۔ آن واحد کے لئے بھی شک وشبہ ذرا بھر بھی نزدیک تک نہ آیا بلکہ وہم و گمان کوسوں دور رہا ۔

تاریخیں شاہد ہیں کہ ابوطالبؑ نے کبھی بھی حضرت محمدؐ کے قول و فعل علم و عمل میں ذرا بھر بھی برخلافی نہیں

کی ۔ بلکہ خود فرماتے محمدؐ اپنا مطلب
بیان کرتے رہو میں تو تم کو پہلے ہی
صادق اور امین جانتا ہوں تم نے
اچھا دین پیش کیا ہے ۔

پروردگارِ عالم اپنے حبیبؐ فخر
موجودات کو مخاطب کر کے پارہ
تیسواں سورہ والضحیٰ میں ارشاد
فرماتا ہے کہ اے میرے برگزیدہ
رسول اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی ہم
نے تم کو یتیم پایا اور پناہ دی ۔
یعنی تمہاری پیدائش سے قبل تمہارے
والد بزرگوار عبداللہ کا سایہ اٹھ
گیا جب تم چھ سال کے ہوئے تو
والدہ ماجدہ آمنہ کا سایہ بھی اٹھ گیا
آٹھ سال کی عمر کے جب تم تھے
تمہارے دادا عبدالمطلبؑ بھی داغ
جدائی دے کر اس دنیا سے چلے
گئے تیرا آسرا اور سہارا ٹوٹ گیا
کوئی دلاسا اور تسلی دینے والا نہ
رہا یعنی اور دیناوی زندگی کا تصور
دلا کر کہا کہ ہم نے تم کو حضرت ابوطالبؑ
کی گود میں پناہ دی ۔ گویا کہ خداوند
بزرگ نے حضرت محمدؐ کے آرام اور آسائش
کے لئے حضرت ابوطالبؑ کو منتخب کیا
تاکہ میرے نام کا پرچار کرنے والے
کی زندگی اچھے طور گذر سکے میرے نام
کا سکہ عوام کے دلوں پر بٹھا سکے اور
میرے قانون کو ٹھیک طور پر جاری
کر سکے میرے نام کا سکہ قلوب پر جما
سکے دل کھول کر میرا کلام کانوں
تک پہنچا سکے ۔ خداوند تعالیٰ نے بھرے
عرب میں سے حضرت ابوطالبؑ ہی کو اور
اس کے گھر کو ہی منتخب کیا ۔ وہ عَلَّامُ الغیوب
علیمٌ بذاتِ الصّدور ہے اندرونی بیرونی
حالات کو جانتا ہے اس لئے کفار اور
مشرکین میں سے کسی کو منتخب نہ فرمایا
کیونکہ یہ لوگ اس کے مذہب کے
برخلاف چلنے والے تھے اس لئے ابو
طالبؑ کو مومن اور مسلم جان کر انتخاب
فرمایا یہ اسلام کا کام تھا اور مومن
ہی اس کی اہمیت فضیلت ضرورت
کو جانتا ہے ۔ حضرت ابوطالبؑ کو جانتا

تھا کہ اس کام کی اہلیت کیفیت حالت
اہلیت کمالیت جلالیت روحانیت
کا علمدار ہے اس کو پسند فرمایا یہ ڈیوٹی
یا کام حضرت عمران کے ذمہ لگا کر سپرد
کر دیا۔ کیونکہ اگر وہ آئے اور دکھائی
دے تو خدا نہیں رہتا ہے۔

بقول ڈاکٹر اقبال مفکر اسلام ۔

و ما رمیت اذ رمیت گفت حق ۔
کار حق بر کار ہا دارد سبق ۔
گفتہ او گفتہ اللہ بود۔ گرچہ از
حلقوم عبد اللہ بود ۔

دینی اور دنیاوی امور میں وسیلہ
کے بغیر کوئی کام نہیں کرنا ہے ۔
اپنے حبیبؐ کے فعل کو اپنا فعل بتا
رہا ہے ۔ اپنے کام کرنے کا کھلا اور
واضع ثبوت پیش کر رہا ہے۔
محمدؐ کے قول و فعل علم و عمل کو
اپنی طرف منسوب کر رہا۔
جیسا کہ عوام میں مشہور ہے کہ
ملک الموت روح کو قبض کرتا ہے
حالانکہ خداوند تعالے کا کام ہے۔
یہ خدا کے حکم اور فرمان سے روح قبض
کرتا ہے بندہ کی روح کو قبض کرنا
اس کے ذمہ خداوند تعالے نے قیامت
تک ڈیوٹی لگا رکھی تاکہ کام جاری
ساری رہے اسی خداوند وحدہٗ شریک
نے بہت سے امور اپنے مخصوص کارندوں
اور بندوں کے ذمے لگا رکھے ہیں۔

اس طرح اسلام اور بانی اسلام کی
حفاظت پاسبانی نگہبانی دیکھ بھال
دکھ سکھ میں شریک رہنے کا کام
نگرانی حضرت ابو طالبؑ کے ذمہ لگا دی
کیونکہ یہ اس کام کے اہل تھے۔ گویا
کہ حاملِ نبوت حضرت ابو طالبؑ کو
بنایا۔ دوسرا کوئی اس خدائی کام
کے اہل اور قابل نہ تھا یعنی سوائے خداوند تعالے
کی کسی پر نظر نہ پڑی جو کہ اس کام کو
پورے طور پر نبھا سکے گویا کہ خدا
حضرت ابو طالبؑ کے یعنی صرف ان کو سمجھا
خداوند تعالے نے توازن کر لیا تھا۔
کہ دوسرے لوگ ان کا مقابلہ
نہیں کر سکے ۔

کیونکہ وہ شیطانی بت پرست دنیا پرست
کافر مشرک دنیا دار خائن ڈاکو
غاصب درشت نا معاملہ فہم وغیرہ
اوصاف کے حامل ہیں اسلئے انکے یہ کام ذمہ
نہ لگایا مذہب خداوندی کے خلاف
تھے آئین کے بالکل برخلاف تھا۔
لیئے حضرت ابو طالبؑ جو توحید پرست
شریف رحمدل خوش بخت جنت کی
زینت نیک خو فراخ حوصلہ پھول
رحمانی شاکر ابن حلیم علیم معاملہ فہم
بردبار دیندار بہادر واحد نیت
سیاست فصاحت بلاغت کشف
کرامت کے اعلےٰ کردار کے اوصاف
کے مالک تھے اپنا کام اپنے خاص نیک اور
رحمدل بندے ابو طالبؑ کے ذمہ لگا دیا
تاکہ ٹھیک طور پر اس کو نبھا سکے۔
خداوند تعالےٰ کا مقصد ابوطالبؑ
ہی نے حل کیا اس سے ہی اللہ تعالےٰ
کی منشا اور غرض پوری ہوئی۔ کیونکہ
خدا ابتدا اور انتہا کو بخوبی جانتا ہے۔
جس کو چاہئے وہ اپنے کام کیلئے منتخب

کرے یہ اس کا اپنا کام ہے دین بھی
اسی کا نبی بھی اسی کا کام بھی اسی
لئے یہ کام اپنا خود ذمے لگایا اور کلام
پاک میں ظاہر فرمایا میں پاک اور منزہ
ہوں میرا نبی بھی پاکی اور طہارت کا
مالک ہے اس لئے میں نے یہ کام اپنے
پاک اور نیک بندے ابوطالبؑ کے ذمہ
لگایا۔ تاکہ میرے حبیبؐ کے نزدیک
نجاست گندگی نہ آئے نیک کام نیک
بندے کے ذمہ لگا دیا۔ تاکہ عوام
طعنہ زنی نہ کر سکیں کہ اپنے نبی کی
خدمت دشمنوں سے کراتا رہا۔ میں
خود اس محافظ اور پاسبان ہوں۔
فرمایا وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ۔ ہم نے
تم کو اے میرے حبیب بے نیاز کر دیا
تیرے تفکرات دور کر دیئے ہم نے تم
کو غنی کیا۔ رہم وغم کو دور کر کے
میرا کام جاری رکھو پرچار جاری
رکھو۔ تیرا کام ہے کہ پرچار کرتے
رہو مانیں یا نہ مانیں یہ ان کا کام
ہے تیرا کام ہے صرف کلام کا ان کے

کالوں تک پہنچا دینا آخرت میں میں جانوں یا وہ جانیں تمہارا سرپرست ہم نے ابو طالبؑ کو بنایا ہے گھروں کی معاملہ اس کے ذمہ ہے۔

بقول ڈاکٹر اقبال۔ در دلِ مسلم مقامِ مصطفٰےؐ است آبروئے ما زنامِ مصطفٰےؐ است۔

یہ شعر حضرت ابو طالبؑ پر پورا فٹ آتا ہے۔ حضرت ابو طالبؑ نے اس شعر کی پوری ترجمانی کی 535 عیسوی بمقام مکہ عبد المطلب کے گھر پیدا ہوئے مکہ میں ہی پلے بڑھے تربیت ہوئی حضرت علی کو تاکید کیا کرتے تھے کہ اے علیؑ محمدؐ کا ہرگز ساتھ نہ چھوڑنا حضرت ابو طالبؑ کی ہدایت سے ہی حضرت جعفر طیار نے رسول اکرمؐ کے پیچھے نماز پڑھنی شروع کی ۴۲ سال تک محو خدمت رہے۔ بعثت سنہ شوال انتقال فرمایا اسلامی اصولوں کے مطابق دفن کیئے گئے رسول اللہؐ نے اس سال کو عام الحزن یعنی غم کا سال نام رکھا۔ اللہ میاں کافروں اور مشرکوں کے سپرد کیوں فرماتے حضرت ابو طالبؑ کو یقین کامل تھا کہ محمدؐ خدا کے ازل سے رسول ہیں جس طرح حضرت عیسٰی خدا کے نبی تھے ان امور کو ابولہب اور ابوجہل نہ سمجھ سکے وہ کہتے تھے کہ محمدؐ کل کا بچہ کیسے نبی ہو سکتا ہے مگر حضرت ابو طالبؑ جانتے تھے کہ عیسٰی پیدا ہوتے ہی نبی بن کر آئے تھے اس لئے محمد ازل سے حضرت ابو طالبؑ جانتے تھے اگر محمدؐ مٹ گئے تو توحید ختم ہو جائیگی۔

جبکہ اسلام کا مستقبل تلوار کی نوک سے آویزاں تھا ابو طالبؑ آخری قطرہ خون گرانے کو تیار ہو جاتے۔ ابو طالب کی موجودگی میں کوئی بھی حضرت محمدؐ کو گزند نہ پہنچا سکا بال بھی بیکا نہ ہو سکا۔ لکھتے ہیں کہ جب حضرت علیؑ پیدا ہوئے تو حضرت ابو طالبؑ باہر تشریف لائے جنگل میں اشعار پڑھے جنکا ترجمہ یہ ہے اے اندھیری

رات اور چمکتے ہوئے سورج کو پیدا
کرنے والے اپنے فضل و کرم سے بتا کہ
اس بچہ کا نام رکھا جائے تو ایک سبز
لوح ظاہر ہوئی اس پر علیؑ کا نام لکھا
ہوا تھا سوانح عمری حضرت علیؑ ص ۱۹
از حوالہ کتاب بحار الانوار ظاہر ہے کہ
حضرت علیؑ توحید پرست تھے بچہ کا
نام بھی اس سے دریافت کیا کہ جس
کے گھر پیدا ہوا ہے۔

متفق علیہ بات ہے رات کو
حضرت محمدؐ کو اٹھا کر حضرت علیؑ
کے بستر پر سلاتے تھے تاکہ حضرت
محمدؐ کی جان بچے خواہ میرا بچہ علیؑ قتل
ہو جائے۔

مکہ میں قحط پڑا تو لوگ بھوکے
مرنے لگے تو ابو طالبؑ کے پاس لوگ
آئے اور کہنے لگے کہ اے ابو طالبؑ
آپ جانتے ہیں کہ لوگ بھوکے مر
رہے ہیں قحط سالی ہے اس لئے اپنے
بھتیجے محمدؐ سے کہ دیں کہ خدا سے دعا
مانگیں تاکہ بارش ہو کہ فصلیں آگیں غلہ
اور اناج پیدا ہو خدا کے عذاب سے
چھوٹ جائیں۔ تو حضرت ابو طالبؑ
کے فرمان پر حضرت محمدؐ کی دعا سے موسلا
دھار بارش ہوئی اس پر حضرت ابو طالبؑ
نے چند اشعار پڑھے مثلاً
وَاَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ ثِمَالُ الْيَتَامٰى
عِصْمَةٌ لِلْاَرَامِلِ یعنی سفید رنگ گورا
گورا پانی مانگتا ہے اپنے منہ سے جو پناہ
ہے یتیموں کی اور عصمت ہے بیوہ عورتوں
کی یہ بہت لمبا چوڑا قصیدہ کتب میں
موجود ہے دائم اقبال کتاب کملی پوش
صفحہ 32

حضرت ابو طالبؑ پکے مومن مسلمان
تھے ان کو یقین تھا محمدؐ کی دعا ضرور
قبول ہو گی۔

(2) جب رسولؐ اکرم کی عمر ۱۲ سال
کی ہوئی حضرت ابو طالبؑ کو شہر بصرہ
کے نزدیک بحیرہ راہب ملا جو توریت
انجیل کا ماہر تھا علامتیں اور معجزات
دیکھ کر کہنے لگا یہ تمہارا بھتیجا خدا کا
آخری نبی ہو گا ادیان عالم کو مغلوب

کریگا اسے واپس لے جاؤ سات یہودی
قتل کے لئے آئے ہوئے ہیں ایسا نہ ہو کہ
قتل کر دیں ۔ عام کتب میں مذکور ہے
(ج) حضرت ابو طالبؑ ہی نے رسولؐ اللہ
اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے عقد کے موقع
پر خطبہ پڑھا حق مہر اپنی گرہ سے
پانچسو طلائی درہم یعنی بیس جوان انٹوں
کی قیمت ادا کی ابو طالبؑ نے دو عود
حضرات کا شکریہ ادا کیا ایک اونٹ
ذبح کرکے عوام کو بلا کر ولیمہ کیا
لوگوں کو کھلایا

ترجمہ خطبہ نکاح جو ابو طالبؑ نے
بروقت نکاح بانی اسلام پڑھا از
الکتاب کملی پوش، ص 43

سب سے پہلے اس رب کی تعریف
جس نے سب جہان پیدا کیا ہم کو
ابراہیم کی نسل سے پیدا کیا ہم کو خانہ
کعبہ کا متولی بنایا اور حج کا موقف
بنایا یہ اللہ کا فضل ہے کہ ہم کو
سب پر حکمران بنایا میرا بھتیجا میرے
بھائی کا بیٹا سب کے اوپر سردار بنایا
گرچہ ظاہراً دولت مند نہیں ہے مگر
سب سے اعلےٰ شرافت کا مالک ہے
اخلاق اور دانش میں سب سے اعلےٰ
ہے اس کے ذریعہ سے مال دولت ملتی
ہے صاف ظاہر ہے کہ ابو طالبؑ کے
دل پر نبوتِ محمدؐ کا نقش تھا رسالت
نبوت کے پہلے ہی سے قائل تھے ۔
ایسا ہی جبکہ لوگ ابو طالبؑ کو کہنے
لگے کہ اگر محمدؐ شادی چاہتا ہے تو شادی
کر دیتے ہیں مال و دولت چاہیئے
تو ہم جس قدر چاہے مال دینے کو تیار ہیں غرض
سب کچھ ماننے کو تیار ہیں مگر ہمارے
بتوں کے برخلاف پرچار نہ کریں اور ہمیں
پاگل نہ بنائیں ۔ تو آپ نے حضرتؐ
کو بلایا تو کہا ۔ بیٹا محمدؐ ۔
اِذْہَبْ یا ابن اخی فعل ما احببت
فو اللہ لا اسلمک لشئ ابدا
جو تجھ کو پسند ہو وہ بے دھڑک
کہو خدا کی قسم میں تم کو دشمنوں کے
حوالے ہرگز نہ کروں گا نہ سونپوں گا
اور ساتھ ہی یہ اشعار بھی پڑھے سوانح

عمری رسول اللہ ص 157

واللہ لن یصلوا الیک بجمعھم
حتیٰ اوسد فی التراب دفیناً
فاصلاع بارک عقاصۃ وابشر
وقرّ بذالک منک عیوناً
دعوتنی وزعمت انک ناصحی
ولقد صدقت وکنت آمینا
عرضت دینا لا محالۃ انہ
من خیر ادیان البریۃ دیناً

اے محمد خدا کی قسم گریہ سب ملکر بھی تمہیں ضرر پہنچانا چاہیں جب تک میں زندہ ہوں زمین میں دفن نہ کیا جاؤں تمہارا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے تم کو جو حکم ہوا ہے مفصل بیان کرو اس میں تمہاری کچھ بھی ذلت نہیں ہے خوش ہو اور آنکھوں کو ٹھنڈا کیا کرو تم نے جو دین اسلام کی طرف بلایا ہے میں جانتا ہوں کہ تم میرے خیر خواہ ہو تم صادق اور امین کے لقب سے پکارے جاتے ہو تم نے ایسا دین پیش کیا ہے جو مخلوق کے تمام ادیان سے یقیناً افضل اور بہتر ہے۔

ایسا ہی یہ واقعہ بھی عام کتب میں موجود ہے۔ عمارہ بن ولید بن مغیرہ جو کہ شاعر بھی تھا نوجوان خوبصورت تھا جفا کش بھی تھا شہزادہ بھی تھا لائے اور کہا ابوطالبؑ بھتیجا محمدؐ حوالے کر دے وہ تمہارا کوئی کام نہیں کرتا ہے اس لئے یہ لڑکا رکھ لے تمہاری خدمت کریگا یہ سنکر حضرت ابوطالبؑ نے ان کو خوب ڈانٹا اور کہا کہ بھائی کی نشانی چھوڑ دوں اور دوسرے کا لڑکا لے لوں یہ کیا عقل کی بات کہی غیر کا لڑکا لے کر پرورش کروں فرمایا جو کچھ کرنا ہے کرو میں ہرگز محمدؐ کا ساتھ نہ چھوڑونگا تا زندگی ان کی خدمت کرنے سے دریغ نہ کرونگا۔

نقش نگین انگھوٹھی حضرت ابوطالبؑ

سیدؑ الاوصیاء ؑ رضیتُ باللہ رباً و بابنِ آخی نبیاً وعلیاً وصیاً یعنی حضرت ابوطالبؑ نے اپنی انگھوٹھی کے نگینہ میں

کندہ کرائے ہوئے تھے۔ کہ میں اللہ
پر راضی ہوں کہ وہ میرا رب ہے اور
میرے بھائی کا بیٹا نبی ہے اور علی اس
کا وصی ہے۔ ابن عباس ناقل ہے کہ
وقت وفات بھی زبان سے جاری تھا
لا اللہ الا اللہ محمدؐ الرسول اللہ نبی کریم
کا فرمان ہے سب سے زیادہ پکے مسلمان
میرے چچا تھے سخت تکالیف کے
باوجود بھی ایمان نہ چھوڑا شرح
نہج البلاغت جلد اول ص۳۳۲ حضرت
ابو طالبؑ مومن تھے اور مومن ہی
فوت ہوئے۔

یا شاہد اللہ علی ما شھد انی
علی دین نبی احمد اے میرے متعلق
اللہ کے گواہ تم اس بات پر گواہی
دینا میں پیغمبر آخر زمان احمد کے
دین پر ہوں۔ من ضلّ فی الدین فانی
مھتد جو کوئی محمدؐ کے دین سے
خارج ہوا اس کے لئے ہدایت
نہیں۔

سوانح عمری حضرت علیؑ حضرت علیؑ

کے والدین ہاشمی تھے ابو طالبؑ کا نام
عمران کنیت ابو طالبؑ بڑے بہادر سخی
تھے مہمان نواز خانہ کعبہ کے کلید بردار
تھے بڑے درجہ کے خلیق تھے تمام لوگ
عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ معاملہ
فہم تھے قبل بعثت دین ابراہیم پر تھے
اوصیا حضرت ابراہیم شمار ہوتے تھے
شراب کبھی استعمال نہ کی ساری
عمر رسولؐ اللہ کی حفاظت میں گزار
دی آڑے وقت کام آئے کفار
قریش کو دندان شکن جواب دیتے تھے
کلمہ طیّب کی حفاظت میں سب سے
بڑھ کر ثابت ہوئے۔ جب عوام نے
بانی اسلام سے مکمل بائیکاٹ کیا بانی
اسلام کے ساتھ شعب یا گھاٹی یا درہ
جو ابو طالبؑ کی ہی ملکیت تھی بانی
اسلام کے ساتھ مقید رہے تین سال
تک بھوک اور تکلیف میں برابر شامل
رہے یہ شعب ابو طالبؑ کے نام سے
موسوم ہے۔ یہ چند سطور ان حضرات
کیلئے ہیں جو نبی کریم کے افعال نوطیہ

کے قائل ہیں لیکن جو نبیؐ کریم کو اپنے جیسا بشر مانتے ہیں ان کے لئے نہیں ان کا کیا کہنا کہ جو یہ کہتے ہیں۔

محمد جس نے دیکھنے ہو اکمل۔
غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں۔

مذکورہ بالا سطور مومنین کے قلوب میں جلا پیدا کرنے کے لئے حوالہ قلم کی ہیں تاکہ محافظ توحید کے حالات پڑھ کر ثواب حاصل کر سکیں اور واقعات تازہ ہو جائیں۔

لیکن جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے اور تاریخیں شاہد ہیں اس زمانہ میں مشرک کافر سب جانتے تھے کہ حضرت ابو طالبؑ پکے مسلمان ہیں یہی وجہ ہے محمدؐ کے بارے میں پہلے حضرت ابو طالبؑ سے کلام کرتے تھے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے یہ توحید اور نبوت کا محافظ ہے اسی کے وسیلہ سے اور فرمان سے محمدؐ دین پھیلا رہا ہے۔ یہ دین کا پشت پناہ ہے کسی تاریخ نے بھی ابو طالبؑ کے ایمان پر شک نہیں کیا مگر آج کل نئے فیشن کے لوگ دل میں شکوک پیدا کر رہے ہیں۔ نبی کریمؐ بانی کائنات اور دیگر ذواتِ مقدسہ کے بارے میں زبان دراز کر رہے ہیں خدا ان کو راہ راست پر لائے ان کے دماغ ٹھیک ہو جائیں منافقت ان کے دلوں سے نکل جائے تاکہ ان کی شان پہچان سکیں آمین ثم آمین

جناب ثمر دہلوی

رسولِ حق ولیِ حق دل و جان ابو طالبؑ
سمجھ پائی نہ دنیا حد عرفان ابو طالبؑ
جو کافر تھے وہ کافر ہی سمجھتے رہ گئے ان کو
کسوٹی کفر و ایمان کی ہے ایمان ابو طالبؑ

۸۶

حضرت عمران

از جناب ڈاکٹر سید ناصر حسین صاحب نقوی کروڑ

اِن اللہ اصطفٰی آدمَ ونوحَ وآلَ ابراھیم وآلَ عمران علی العالمین (قرآن پاک)

ترجمہ بے شک اللہ نے حضرت آدمؑ و نوحؑ اور آل ابراہیمؑ اور آل عمران کو تمام عالمین میں سے منتخب کیا۔

مجھے یہ حکم ملا ہے۔ میں حضرت ابو طالبؑ نمبر کے لئے کچھ لکھوں۔ چنانچہ میں نے مضمون بالا انتخاب کیا ہے۔ اور یہ ایک ایسی مشہور آیت ہے جس کے عنوان پر بہت کثرت سے بیان ہوا اور لکھا گیا۔ لیکن پھر بھی اس پر بہت کچھ کہا جا سکتا ہے۔ اور بلکہ رہتی دنیا تک اس پر کہا جائے گا۔ کیونکہ یہ خزانہ قدرت سے عطا کردہ تحفہ ہے۔ جس میں کبھی کمی واقعہ ہونے کا امکان ہی نہیں ہے۔ حسن اتفاق کہیئے۔ کہ جس روز مجھے میرے محترم سید محمد باقر حسین صاحب کا خط ملا۔ اسی روز میرے سامنے "حافظ صحت لاہور" کا ماہنامہ بابت ماہ جون ۱۹۶۶ء آگیا جس میں حسب ذیل الفاظ نظر سے گذرے جن کو ناظرین کی لطافت کے لئے پیش کرتا ہوں۔ اور پھر مضمون کو آگے بڑھاؤں گا۔

" دنیا کی ہر چیز مختلف نظریئے کے ماتحت ہوتی ہے۔ اس کی خوبصورتی یا بدصورتی کا اطلاق ذوق نظر میں پنہاں ہوتا ہے۔ ایک چیز کسی کو مسحور بھی کر سکتی ہے۔ اور کسی میں نفرت بھی پیدا کر سکتی ہے۔ حالانکہ اس شے کا تخلیقی مرکز ایک حسن رنگ و بو ایک بناوٹ ایک۔ پیچ و خم ایک۔ کشش ایک۔ دعوت نظارہ ایک۔ کمال فطرت کی تاثیر ایک۔ تاہم افراد کے طبائع میں افتراق سواد اختلاف کا مظہر ہو کر رہ جاتا ہے۔ (حوالہ مذکور صـ۱۲)

یہ الفاظ میں نے اس لئے پیش کئے ہیں۔
کہ یہ ماہنامہ کم و بیش ڈاکٹری و
طبابت پیشہ حضرات کے ہزاروں
افراد مطالعہ کرتے ہونگے۔ اور ان
کو پڑھ لینے سے کئی ایک شبہات
کا پیدا ہونا یقینی امر ہے۔ لہذا میں
نے چاہا۔ کہ ان ہی الفاظ کو سامنے
رکھ کر میں اپنا مضمون لکھوں۔
اگر آپ حضرات نے ان الفاظ مذکورہ
کو بغور مطالعہ نہ کیا ہو۔ تو ایک
بار پھر سے پڑھ لیجئے آخر آپ مجبور
ہوں گے اس نتیجہ پر پہنچیں۔ کہ
یہ محض اختلاف نظریات ہے۔ کہ کوئی
ایک شے کو اچھا سمجھتا ہے اور کوئی برا۔
حالانکہ خلق و خلقت۔ طور اطوار
غرضکہ ہر پہلو سے خواہ وہ کیسی ہی
ہو۔ اس کو انگریزی میں یوں بھی
کہا جا سکتا ہے۔

Nothing is good or bad
thinking makes it so.

تنگ نظری اور ہٹ دھرمی سے پرے
ہو کر اسے سراہنا ہی پڑے گا۔
شراب کو لیجئے۔ یہ بھی پینے ہی
کی شے ہے۔ لیکن چونکہ اس میں برائیاں
اور عیوب دار اثرات کے پیدا کرانے
کا مادہ ہے لہذا پانی کی حقیقت احسن
اور شراب کی بری۔ ہر شخص اس نظریہ
کو ہی اپنائے گا۔ آگ سے آپ لاکھ
کہئے۔ کہ یہ بڑی اچھی شے ہے ہر سردی
کے موسم میں اس میں زندگی کا سامان
ہوتا ہے۔ یہ ہمیں کبھی نقصان نہیں
پہنچا سکتی۔ بلکہ اس میں فوائد ہی فوائد
ہیں۔ ذرا اسے بستر پر ڈال تو دیجئے۔
اور پھر پرے کھڑے ہو کر تماشہ دیکھئے
بہرحال اچھی شے اچھی ہوتی ہے۔ بری
بری ہوتی ہے۔ کسی کے کہہ دینے سے
نہ کوئی بری شے اچھی ہو سکتی ہے۔ اور
نہ اچھی شے بری ہو سکتی ہے۔ ان
تمہیدی الفاظ کے بعد میں نفس مضمون
کی طرف راجع ہوتا ہوں۔
میرے کرم فرماؤ! میں آج کی محفل

ہیں حضرت عمرانؑ کو پیش کرتا ہوں۔ جس کی آل کو قرآن نے منتخب فرمایا ہے۔ یہ بات اہل تاریخ سے پوشیدہ نہیں۔ کہ دنیا میں تین عمران گذرے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کے باپ کا نام بھی عمران تھا۔ حضرت مریمؑ کے باپ کا نام بھی اور حضرت ابو طالبؑ بن عبدالمطلب بن ہاشمؑ بن عبدالمناف کا نام بھی عمرانؑ ہی تھا۔ مجھے اس وقت حضرت ابوطالبؑ کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے۔ باقی ماندہ حضرات میرے مضمون سے باہر ہیں۔ مجھے نہ ان پر تنقید نہ تبصرہ دینے مقصود ہے کیونکہ قرآن نے آل عمران کو منتخب کر کے ہمیں یہ بتا رہا ہے۔ کہ یہ کسی سابقہ بزرگ کے واقعات کی یادتازہ نہیں کی جا رہی۔ بلکہ رسولؐ کی زندگی میں کوئی عمران ہے۔ جس کا انتخاب ہو رہا ہے۔ اور اس کی آل کو فضیلت دی جا رہی ہے۔ چنانچہ میں اپنے بیان کے لئے قران سے مدد لونگا۔

الم یجدک یتیماً فاٰوی۔ (الضحیٰ پ ۳۰)

کیا ہم نے تمہیں یتیم پا کر (حضرت ابوطالبؑ کی) پناہ نہ دی تھی غور فرمایئے فعل تو خود نہیں کیا۔ بلکہ حضرت ابوطالبؑ سے کرایا۔ اور منسوب کرایا اپنی طرف کہ میں نے پناہ دی۔ تو گویا حضرت ابوطالبؑ کا فعل فعل خدا ہے۔ اب میں یہ دکھاتا ہوں اس قصہ سے کچھ فاصلہ پہلے خدا نے اس بارے میں اصول کیا قائم کیا ہے۔ لیجئے وہ سن لیجئے۔

انا نحن نحی الموتیٰ و نکتب ما قدموا و اٰثارھم۔ (یسین پ ۲۲) بے شک ہم ہی مردوں کو زندہ کرتے ہیں۔ اور جو کچھ لوگ عمل کرتے ہیں۔ یا کر چکے ہیں۔ اور باقی ماندہ آثار کو لکھتے جاتے ہیں۔ تو گویا یہاں سے یہ بات اچھی طرح سے ثابت ہو گئی۔ کہ کیا تو کراماً کاتبین نے تھا۔ لیکن کہنا یہ ہے۔ کہ ہم لکھے جاتے ہیں۔ کبھی فرصت کے وقت سوچنا۔ کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ کرتے تو فرشتے ہیں۔ منسوب اپنی طرف کرتا ہے۔ کرتے فعل رسولؐ ہیں منسوب

اپنی طرف کرتا ہے۔ و ما رمیت اذ رمیت
اے رسولؐ یہ تیر تو نے نہیں مارا بلکہ ہیں
نے مارا۔ اس کی ایک ہی وجہ ہے وہ
یہ کہ انبیاء اور رسلان چونکہ معصوم
ہوتے ہیں۔ اور ان سے فعل قبیح کا ہونا
محال بلکہ ناممکن ہوتا ہے۔ لہذا اس کو
اپنی طرف منسوب کر دیتا ہے اسی طرح پر
ملائک بھی معصوم ہوں۔ ان کے افعال
کو اپنی طرف منسوب کر لیا۔ اب آپ
حضرت ابو طالبؑ کی متعلقہ بحث کو لیجئے
پرورش تو حضرت ابو طالبؑ نے کی اور
کہا یہ جا رہا ہے۔ کہ میں نے تمہیں
پناہ دی اور پس ثابت ہوا۔
کہ حضرت ابو طالب نہ صرف مسلمان
بلکہ پکے مومن گر بلکہ معصوم
تھے۔ یہی تو وجہ ہے کہ ان کے فعل
کو خدا اپنا فعل قرار دے رہا ہے۔
ابھی معاملہ صاف نہیں ہوا۔ ہم ان
معلومات کو سمجھتے ہوئے کچھ اور آگے
بڑھتے ہیں۔ قران فرماتا ہے۔
لا اقسم بهذا البلد۔ و انت حلّ بهذا البلد۔

و والد وما ولد۔ (پ ۳۰) مجھے
اس شہر مکہ کی قسم اور تم اے رسولؐ
اسی شہر میں تو رہتے ہو۔ بچہ کی اور
اس کے باپ کی قسم۔ خطابت مقررہ
کی منزلوں سے ہٹے ہوئے۔ عرض کروں گا۔
کہ یہ مکہ کا واقعہ عرض ہو رہا ہے۔
رسولؐ کی قسمیں کھائی جا رہی ہیں۔
کبھی اسکی وجہ سے مکہ کی قسم کھائی جا
رہی ہے۔ اور کبھی ایک بچہ اور اس
کے باپ کی قسم کھائی جا رہی ہے۔ تو
معلوم ہوا کہ جن کی قسم کھائی جا رہی
اس کی منزل کو قسم کھانے والے کے
لحاظ سے انداز پالیجیے۔ مکہ میں تو ہزاروں
بچہ پیدا ہوتے اور ہوتے رہتے ہیں۔
اور جس وقت یہ آیہ نازل ہوئی ہوگی
خدا جانے کتنے بچے پیدا ہوئے ہوں
گے۔ نہ ہر بچہ اس قابل کہ اس کی عصمت
کو خدا قبول کرے اور اس کی قسم
کھائے۔ اور اگر کوئی بچہ ایسا تسلیم
کر ہی لیا جائے۔ تو یہ کہاں ضروری
ہے۔ کہ اس کا باپ بھی اس قابل ہو کہ

خدا اسکی قسم کھائے۔ لہذا اس بچہ کا بھی خود معصوم ہونا لازمی بات ہے۔ اور اس کے باپ کا بھی۔ اب آپ کو تھوڑی سی زحمت کرنی پڑے گی۔ اور تاریخ کی ورق گردانی کرنے سے معلوم ہوگا۔ کہ شہر مکہ میں خود خدا کے گھر پیدا ہونے والا بچہ۔ کہ سینکڑوں بتوں کی موجودگی میں بھی بتوں کے سامنے سر نہ جھکانے والا۔ بلکہ آنکھ کھول کر بھی نہ دیکھنے والا بچہ۔ جس کی والدہ کی یہ تعریف۔ کہ دیوار کعبہ سے لگی ہوئی ہے۔ اور دعا کر رہی ہے۔ اتنے میں دیوار کعبہ شق ہوئی۔ اس موقعہ پر عورت تو کجا اگر مرد بھی ہوتا تو ڈر جاتا۔ لیکن یہاں مطلق خوف نہیں۔ بلکہ ایسے معلوم ہوتا ہے۔ کہ پروگرام کا پہلے ہی سے علم تھا۔ فوراً اندر چلی جاتی ہیں۔ اور ان کا باپ ہی وہ تھا۔ کہ جس کی سند میں خدا نے قرآن میں نازل کیں۔ میں یہاں پر یہ شعر کہتے ہوئے آگے نکل جاتا ہوں۔ کیونکہ مجھے کچھ اور بھی عرض کرنا ہے۔

خدا اس قدر مہربان ہوگیا۔
علیؑ پر خدا کا گمان ہوگیا
یہ بندہ نوازی کی حد ہوگئی
مکان دیکھ خود لامکان ہوگیا

بہرحال آپ کی نگاہ منتخب نہ ماسوائے علیؑ اور اس کے باپ ابوطالبؑ اور کہیں پر نہ رک سکیں گی۔ پس یہی وہ معصوم ہستی ہے۔ جس کی قسم خدا نے قرآن میں کھائی۔ ان تمام کہی ہوئی باتوں کو دماغ میں محفوظ کر لیجئے۔ میں یہاں پر ایک بات کہنی چاہتا ہوں۔ اکثر دنیا کو حضرت ابوطالبؑ کے ایمان پر شک ہوتا ہے۔ یہ معرکہ آرا سوال دنیائے مناظرہ میں پیش ہوتا رہتا ہے۔ جو جانتے ہیں۔ وہ حفظ کر لیں۔ جو نہیں جانتے وہ آج سے نوٹ کر لیں۔ تاکہ اس مسئلہ پر آئندہ کسی کو لب کشائی کا موقعہ نہ رہے پہلے میں یہ بتاؤں گا۔ کہ حضرت ابوطالبؑ کو تاریخ نے کن الفاظ

میں محفوظ رکھا ہے۔
(۱) مولوی شبلی صاحب کہتے ہیں۔ کہ ابو طالبؑ کا یہ طریقہ تازیست رہا کہ آنحضرتؐ کو اپنے ساتھ سلاتے رہے۔ اور جہاں جاتے تھے۔ ساتھ لے جاتے تھے۔
(۲) حضرت محمدؐ کا نکاح حضرت خدیجہؑ سے ہوا۔ اور حضرت محمدؐ کی طرف سے حضرت ابو طالبؑ اور حضرت خدیجہؑ کی طرف سے ورقہ بن نوفل نے نکاح پڑھا۔ حضرت ابو طالبؑ کے خطبہ کی ابتدا ان لفظوں سے ہے۔
(۱) الحمد للہ الذی جعلنا من ذریۃ ابراہیم .... الخ
حمد ہے اس اللہ کی جس نے ہمیں ذریت ابراہیم میں سے بنایا .... الخ
(تاریخ خمیس جلد ۱ ص۲۹۹ طبع مصر)
سوچنے والا دل اور غور و تدبر کرنے والا دماغ چاہیئے۔ جہد کور واقعی کچھ حاصل نہ کر سکے گا۔ اس ہی فقرہ میں تمام وہ باتیں جن کا ایمان سے تعلق ہے آجاتی ہیں۔ خدا جانے مسلمان توحید باللہ کس کو کہتے ہیں؟ یہ یاد رکھیئے یہ باتیں اس وقت کی ہیں۔ جبکہ ابھی تک سرکار رسالتؐ مبعوث نہ ہوئے تھے۔ فرمایئے کون سکھا گیا تھا؟ کیا یہ صاف دلالت نہیں۔ کہ حضرت ابو طالبؑ ملت ابراہیمی پر تھے۔ اور خصوصی طور پر اپنے دادا ابراہیم کی ملت اور دین کا تذکرہ فرماتے ہیں۔ یہی تو وہ ملت ہے جس کا حکم رسول پاکؐ کو بھی آیا تھا۔ قل بل ملت ابراہیم حنیفا (قرآن) تو پھر یہ کیوں نہیں تسلیم کر لیتے۔ کہ حضرت ابو طالبؑ قبل از بعثت ہی ملت ابراہیمی کے قائل تھے اور ان ہی کے مذہب پر تھے۔
(۳) العلما نذیر احمد صاحب کا کہنا ہے۔ کہ عبد المطلب اور ابو طالبؑ دین فطرت کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھے۔ (یہی اسلام ہوتا ہے)
امہات الامۃ ص۴۲ ملاحظہ ہو۔
(۴) شمس العلما مولوی شبلی صاحب

کا کہنا ہے۔ کہ ابو طالبؑ مرتے وقت بھی کلمہ پڑھ رہے تھے۔ (سیرۃ النبی جلد ا صـ۱۹۲)

(۵) اس کے علاوہ مطالعہ کو وسیع کرنے کے لئے حسب ذیل کتب بھی دیکھئے۔ میرے مضمون کو ثابت کرنے کے لئے بھی چند بیانات کافی ہیں (مالک الحنفا صـ۱۹، آلقہ اللمعات جلد ۴ صـ۵۲، حیوٰۃ القلوب جلد ۲ صـ۳، امہات الامۃ صـ۷۹، اصابہ جلد ۷ صـ۱۲، تاریخ خمیس جلد ا صـ۲۴۵ وغیرہ ذالک)

قرآن سے دلائل پیش ہو چکے اور کتب فریقین سے بھی ثابت ہو چکا۔ اب ہم چند لمحوں کے لئے عقلی دلائل پر غور کرتے ہیں۔ تاکہ یہ گوشہ بحث بھی تشنہ تشریح نہ رہ جائے۔ مگر اس بحث میں پھاندنے سے قبل یہ تو سوچ لیجئے کہ آج کسی کے ماں باپ کو ناقص یا کافر اور مشرک کہہ دینے سے کسی کو کیا ذاتی مفاد ہو سکتا ہے؟ اگر حضرت علیؑ کے باپ مومن اور معصوم تھے تو کسی کے باپ کا کیا نقصان؟ کسی اور کو اس سے کیا بحث! آخر یہ ایڑی چوٹی کا زور اور کاغذی صفحات کو سیاہ کرنے کے علاوہ دنیا بھر کے مسلمانوں کے ایمان کو متزلزل کرنا کیا معنی دارد؟ جہاں تک انصاف اور عقل کا تعلق ہے۔ جب زید اپنے بزرگوں کے افعال شنیعہ پر نظر دوڑاتا ہے۔ تو اسے ماسوائے برائی اور عیوب کے اور کچھ نہیں ملتا۔ تو اس وقت یہی مجرمانہ طرز استدلال اپنایا جاتا ہے۔ کہ چلو ہمارے بزرگوں میں تو یہ خامیاں تھیں۔ تمہارے تمہارے بزرگوں کے ماں باپ بھی تو ایسے ویسے تھے۔ چلیے چھٹی ہوئی۔ اب اعتراض کیسا؟ غور کیجئے۔ آئمہ المہاتہ کی امامت پر آیات قرانی اور اقوال رسولؐ موجود۔ لیکن اس پر بھی ایک فرقہ ایسا نظر آئے گا۔ جو نص بابت امامت قائل نہیں۔ یہ کیوں؟ صرف اس لئے کہ انہیں اپنے اماموں کے لئے کوئی نص ثابت نہ ہو سکی۔ بالکل ایسے ہی تخیلات کی بنا پر حضرت ابو طالبؑ کے ایمان پر انگشت نمائی

ہوئی ہے۔
غور کیجئے۔ کہ امامت ولایت۔ وصایت اور رسالت یہ کیا ہیں۔ ان کی کیا منزل ہے۔؟ میرا مضمون اس بارے میں اگرچہ مختصر ہوگا۔ مگر شائع ہو رہا ہے۔ وہاں دیکھئے۔ یہاں پر یہ سوچیئے۔ کہ ایک ہادی رہبر اور پیشوا جس کے بارے میں یہ ناسدانہ خیال کہ اس کے ماں باپ کافر تھے۔ اور کلمہ گو نہ تھے۔ ایسے شخص کے لئے کیونکر قابل قبول ہو سکتا ہے۔ جس کے ماں باپ۔ آباؤ اجداد از آدم تا وقت مقررہ کوئی شخص واحد بھی کافر ومشرک نہ ہوا ہو۔ وہ تو لازماً کہے گا۔ کہ میں اس کی امامت اور ولایت کا کیونکر قائل ہو سکتا ہوں۔ لہذا یہ میرا ہادی نہیں ہو سکتا۔ پس امام ایسا ہونا چاہیئے۔ کہ جس پر کسی کو لب کشائی کا موقعہ نہ ملے۔ اور اگر ایسا ہی ہو۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ خدا کو اپنی امامت اور ولایت کے لئے کوئی ایسی فرد فرید ڈھونڈے سے بھی نہ ملی۔ جو ہر لحاظ اور ہر پہلو سے مکمل ہو۔ تو گویا نظام خداوندی ناقص ٹھہرا۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ اور نہ ہو سکتا ہے۔ لہذا اس نے جو بھی انتظام کیا۔ جو بھی پروگرام بنایا وہ ہر پہلو سے مکمل تھا۔ اور دین کی تکمیل بھی اسی کام پر ہوئی۔ جس سے کسی مسلم کو تو انکار ہو نہیں سکتا۔ دیکھئے ایک شخص انتہائی گرمی کے موسم میں کسی سفر سے آتا ہے۔ اور میں دوپہر کے وقت آپ کا مہمان ہوتا ہے۔ پیاس کا غلبہ شدت پر ہے شربت کی سخت ضرورت ہے۔ یہ نہ تو کم از کم ٹھنڈا پانی ہی اس کمی کو پورا کر سکتا ہے آپ فوراً اٹھے۔ اور بازار سے برف۔ شربت صندل منگوایا خوشبو بھی منگوائی۔ نہایت بہترین اور عمدہ اور صاف شفاف برتن میں تیار بھی کیا۔ خوشبو ایسی کہ دماغ کو خود بخود متوجہ کر سکے۔ لیکن جب اس تیار شدہ شربت کو پیش کرنے کا وقت آیا تو ایک

نہایت کریہہ صورت اور لوٹا پھوٹا برتن کسی گند کے ڈھیر سے اٹھوا لیا - اور اس میں مہمان کو کہا - لیجئے جناب نوش جان فرمائیے - خدا لگتی کہنا - وہ شخص چاہیے - کتنا ہی پیاس سے جان بلب ہو - شربت قبول کرلے گا - ؟ لا واللہ ہرگز نہیں ۔ وہ اگر غیرت مند ہے تو پیاس سے مرجانا مناسب خیال کریگا - مگر ایسی نازیبا حرکت کو کبھی گوارہ نہیں کرسکتا - دیکھا آپ نے کہ ظرف کی نجاست نے شربت کی تمام خوبیاں ضائع کردیں - اور صانع پر حرف کسا جانا لگا - کہ یہ میزبان بڑا نامعقول ہے جس نے ہمارے ساتھ یہ حرکت کی ہے - اس مثال کو سن لینے کے بعد اگر ہم یہ تصور کرلیں - کہ خداوند عالم نے بھی ہمارے ساتھ یہی حشر کیا ہے ؟ اور اسی میزبان کا سا سلوک برتا جس کا بیان ابھی آپ سن رہے تھے - تو پھر یہ خدا کی یا تو بڑی کمزوری ثابت ہوتی ہے یا سینہ زوری

(العیاذ باللہ) اب یا تو یہ کہیئے - کہ خدا کو ایسی قدرت ہی حاصل نہ تھی - کہ کوئی معصوم ایسا ہوتا - جس کے ماں باپ نے کبھی بتوں کے آگے سر نہ جھکایا ہو - اور اگر تھی اور یقیناً تھی بلکہ اب بھی ہے - تو پھر حضرت آدمؑ سے قبل تو انکار نور معروف عبادت - آدمؑ میں آئے تو پاک - نوحؑ میں میں آئے تو پاک - ابراہیمؑ میں آئے تو پاک - ہاشمؑ میں آئے تو پاک مگر عبداللہؑ اور ابوطالبؑ تک پہنچنے میں کفر و شرک کا غلبہ ہوگیا - سوچیئے اور غور کیجئے - یہ تاویل کہاں تک درست ہے ؟ خدا ایسے عقائد سے ہر مسلمان کو محفوظ و مامون رکھئے -

دور کیوں جائیے خود کیوں تجربہ نہیں کرلیتے - چپکے سے ہوائی جہاز کی ٹکٹ لیں - اور ہندوستان جائیں - کھڑک سنگھ یا بلدا سنگھ یا کرشنا مینن سے کان میں کہہ دیجئے - تمہارا باپ بھی کافر اور مشرک اور تمہاری ماں بھی - اور پھر اس کے بعد جو حشر

ہو اسے آپ گھر پہنچ کر اس وقت اندازہ لگا بیٹھے۔ جب آئینہ سامنے رکھا ہوا ہو۔ ایک حقیقی کافر اور مشرک کو آپ کافر ہی تو کہتے ہیں۔ اس میں کون برا کام تھا۔ لیکن پھر بھی وہ نتیجہ نکلا۔ جس سے آپ اپنے جسم کی ہفتہ بھر ٹھکور کرتے رہے۔ اور جو حقیقتاً ایسے نہ تھے ان کو ایسا کہنے میں آپ کو ذرا بھی جھجک محسوس نہیں ہوتی۔ ڈرو اس دن سے جبکہ خدا کے سامنے پیش کئے جاؤ گے۔

بچّوں کے لئے

از محترمہ سیّدہ غزالہ خاتون صاحبہ لاہور۔

س۔ بچو حضرت ابو طالبؑ کون تھے۔؟

ج۔ بچو حضرت ابو طالبؑ انبیاء کے ایک امین تھے۔ جو انہوں نے جناب رسولؐ مقبول تک پہنچا دیں یعنی انہوں نے جناب رسولؐ خدا کی رسالت کا اقرار کیا اور جو احکام آنحضرتؐ لائے تھے ان کا اقرار کیا اور انبیاء کی وصیتیں آپ کے سپرد کیں اس کے بعد انتقال فرما گئے۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت عبد المطلب کا شمار رسولوں کے ساتھ قیامت میں ہو گا۔

س۔ بچو آپ حضرت ابو طالبؑ کے بارے میں اور کیا جانتے ہو؟

ج۔ حضرت ابو طالبؑ جناب رسولؐ خدا کے والد بزرگوار حضرت عبداللہ کے حقیقی بھائی تھے۔ آپ حضرت عبد المطلب بن ہاشم کے بیٹے تھے حضرت رسولؐ مقبول ابھی دو ماہ کے تھے کہ آپ کے والد حضرت عبداللہ فوت ہو گئے اور حضورؐ حضرت ابو طالبؑ کے سپرد ہو گئے۔ جب جناب رسول خداؐ کی عمر چھ سال کی ہوئی تو آپ کی والدہ حضرت آمنہ کا انتقال ہو گیا اور حضرت فاطمہ بنت اسد زوجہ محترمہ حضرت ابو طالبؑ نے جناب رسول کریم کو اپنے زیر سایہ لیا۔ حضرت ابو طالب بہت فیاض اور سخی بزرگ تھے۔ آپ خانہ خدا کے نگہبان تھے۔ دل کے نرم اور انسانی دکھوں سے جلد متاثر ہو جاتے تھے؟ مساکین اور مسافروں کی ضیافت

کا انتظام کرتے تھے آپ دیانت و امانت صفائی حق گوئی راست بازی انکسار صبر و تحمل کا مجسمہ تھے بڑے جہاں دیدہ تھے۔

س۔ حضرت ابو طالب کا مذہب کیا تھا؟

ج۔ حضرت ابو طالبؑ پہلے ملت ابراہیمی پر تھے اعلان نبوت سے پہلے تک خود جناب رسولؐ مقبول ملت ابراہیم پر تھے حضرت ابو طالبؑ خالص مومن اور خدا پرست تھے۔ جیسا کہ تواریخ سے صاف ظاہر ہے۔

مثلاً حضرت علیؑ خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے تو حضرت ابو طالبؑ نے کعبہ کا پردہ پکڑ کر کہا میں تجھے پکارتا ہوں اے صاحب اندھیری رات اور مالک صبح روشن کے ہم سے اپنی رضا کا حکم کر جو نام تو اس بچے کا مناسب سمجھے ناگاہ ہاتف نے پکارا تو نے ہم سے اس پاک لڑکے کی نسبت پوچھا ہے۔ اس کا نام اسمان کی بلندیوں علی ہے اور مشتق ہے العلی سے جو خدائے پاک کے اسما الحسنیٰ میں سے ہے (ارجح المطالب صفحہ ۱۱)

جب حضورؐ کا عقد حضرت خدیجہ سے ہوا تو حضرت ابو طالب نے خطبہ ان الفاظ سے فرمایا۔ خداوند تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہم کو ابراہیم کی ذریت اور اسمعٰیل کی نسل اور اصل معد اور خاندان مضر سے قرار دیا اور اپنے گھر کا نگہبان اور اپنے حرم کا منتظم بنایا (اسنیٰ المطالب مطبوعہ مصر صفحہ 34)

یہ مذکورہ بالا الفاظ آپ کے ایمان کا ثبوت ہیں۔ آپ دین اسلام پر تھے جیسا کہ فرماتے ہیں اے میرے متعلق اللہ کے گواہ تم اس بات کے گواہ رہنا کہ میں پیغمبر زمان محمدؐ کے دین پر ہوں (شرح نہج البلاغہ حصہ اوّل صفحہ 315)

س ۔ حضرت ابو طالبؑ کی حیات تک کیا کوئی حضورؐ کو کسی قسم کی ایذا پہنچا سکا یا نہیں ؟ ۔

ج ۔ جب تک حضرت ابو طالبؑ زندہ رہے آنحضرتؐ کو کوئی کسی قسم کی ایذا نہ دے سکا تاریخ کامل صفحہ ۴۴ پر تحریر ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جب تک حضرت ابو طالبؑ زندہ رہے قریش نے ایذا پہنچانے کی جرات نہ کی جب کفار قریش نے دیکھا کہ اسلام روز بروز طاقت پکڑتا جاتا ہے تو ان کی عداوت اور حسد کو ترقی ہوئی آخر چند سر کردہ لوگ جمع ہو کر حضرت ابو طالبؑ کے پاس آئے اور عرض کرنے لگے کہ آپ محمدؐ کو چھوڑ دیں یا محمدؐ کو ان باتوں سے باز رکھیں آپ نے ان کو برا بھلا کہہ کر اپنے پاس سے نکال دیا اور آنحضرتؐ کو بلا کر حالات سے آگاہ کر کے فرمایا۔ میرے بھتیجے تم جاؤ اور جو بات تم کو پسند ہو بے دھڑک کر گزرو خدا کی قسم میں دشمنوں کے ہاتھوں میں تمہیں ہرگز نہ دونگا (حیات القلوب جلد دوئم صفحہ 387)

اس کے علاوہ تاریخ طبری جلد چہارم صفحہ 381 ، تاریخ خمیس جلد اوّل صفحہ 340 تاریخ ابو الغداد جلد اول صفحہ 120 پر یوں تحریر ہے ۔

خدا کی قسم اگر یہ سب مل کر بھی تمہیں ضرر پہنچانا چاہئیں تو جب تک میں زمین میں دفن نہ ہو جاؤں تمہیں ضرر نہیں پہنچا سکتے تمہیں جو حکم ہوا ہے اسے کھول کر سناؤ اس میں تمہاری ذلت نہیں اور خوش ہو اور اس سے آنکھیں ٹھنڈی کرو تم نے مجھے اسلام کی طرف بلایا اور میں جانتا ہوں کہ تم میرے خیر خواہ ہو اور اس سے پہلے ہی تم صادق اور امین کے لقب سے پکارے جاتے ہو تم نے ایسا دین پیش کیا جو مخلوق کے تمام دینوں سے یقیناً بہتر ہے ۔

کچھ یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ

حضورؐ نے حضرت ابو طالبؑ کے زیر سایہ پرورش پائی چنانچہ کتاب تفسیر کبیر صفحہ 654 پر تحریر ہے کہ خداوند عالم نے آنحضرتؐ کو حضرت ابوطالبؑ کی تربیت کی وجہ سے غنی کر دیا جس کا مطلب ہے کہ حضرت ابوطالبؑ نے آپ کی تربیت احسن طریقہ پر کی تھی۔ جو شرف حضورؐ کی پرورش ہمدردی اور محبت کا حضرت ابو طالبؑ کو ملا وہ کسی اور کے حصہ میں سوائے آپ کی اولاد کے نہ ملا آپ پر صرف محبت جناب رسولؐ خدا ہی کی وجہ سے مصائب کا آسمان ٹوٹ پڑا مگر آپ نے مصیبتوں کی کوئی پرواہ نہ کی یہاں تک لوگوں نے آپ کا مکمل بائیکاٹ کر دیا اور قطع تعلق کا عہد نامہ لکھ کر خانہ کعبہ میں لٹکا دیا اور آپ کا محاصرہ کر لیا گیا جس کی وجہ سے بڑی سخت تنگی گذری بچے بھوک سے شور مچاتے تھے اور یہ محاصرہ پورے تین سال تک رہا مگر آپ نے کوئی پرواہ نہ کی (تاریخ اسلام جلد دوئم صفحہ 57)

س۔ جناب رسولؐ خدا کے بارے میں حضرت ابوطالبؑ کا کیا خیال تھا؟

ج۔ حضرت رسولؐ مقبول کے بارے میں آپ یہ فرماتے ہیں۔

خدا نے اپنے نام سے محمدؐ کا نام مشتق کیا ہے۔ وہ صاحب عرش محمود ہے اور یہ محمدؐ ہے۔ اے قریش تم کو معلوم نہیں ہے کہ ہم نے محمدؐ کو ایسا رسول پایا ہے جو مثل موسےٰ کے ہے۔ اور یہ بات پہلی کتابوں میں مذکور ہے (اسنی المطالب صفحہ ۱۰)۔

آپ کا نقش یہ تھا۔ میں اللہ کے رب ہونے پر اور اپنے بھتیجے حضرت محمدؐ کے نبی ہونے پر اور اپنے بیٹے حضرت علیؑ کے وصی ہونے پر راضی ہوا۔

س۔ حضرت ابوطالبؑ سے بغض رکھنا

س۔ حضرت ابو طالبؑ کی حیات تک کیا کوئی حضورؐ کو کسی قسم کی ایذا پہنچا سکا یا نہیں؟۔

ج۔ جب تک حضرت ابو طالبؑ زندہ رہے آنحضرتؐ کو کوئی کسی قسم کی ایذا نہ دے سکا تاریخ کامل صفحہ ۳۴ پر تحریر ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جب تک حضرت ابو طالبؑ زندہ رہے قریش نے ایذا پہنچانے کی جرات نہ کی جب کفار قریش نے دیکھا کہ اسلام روز بروز طاقت پکڑتا جاتا ہے تو ان کی عداوت اور حسد کو ترقی ہوئی آخر چند سرکردہ لوگ جمع ہو کر حضرت ابو طالبؑ کے پاس آئے اور عرض کرنے لگے کہ آپ محمدؐ کو چھوڑ دیں یا محمدؐ کو ان باتوں سے باز رکھیں آپ نے ان کو برا بھلا کہہ کر اپنے پاس سے نکال دیا اور آنحضرتؐ کو بلا کر حالات سے آگاہ کر کے فرمایا۔ میرے بھتیجے تم جاؤ اور جو بات تم کو پسند ہو بے دھڑک کرو ہرگز خدا کی قسم میں دشمنوں کے ہاتھوں میں تمہیں ہرگز نہ دوں گا (حیات القلوب جلد دوئم صفحہ 387) اس کے علاوہ تاریخ طبری جلد چہارم صفحہ 381، تاریخ خمیس جلد اوّل صفحہ 340 تاریخ ابو الغداد جلد اول صفحہ 120 پر یوں تحریر ہے۔

خدا کی قسم اگر یہ سب مل کر بھی تمہیں ضرر پہنچانا چاہیں تو جب تک میں زمین میں دفن نہ ہو جاؤں تمہیں ضرر نہیں پہنچا سکتے تمہیں جو حکم ہوا ہے اسے کھول کر سناؤ اس میں تمہاری ذلت نہیں اور خوش ہو اور اس سے آنکھیں ٹھنڈی کرو تم نے مجھے اسلام کی طرف بلایا اور میں جانتا ہوں کہ تم میرے خیر خواہ ہو اور اس سے پہلے ہی تم صادق اور امین کے لقب سے پکارے جاتے ہو تم نے ایسا دین پیش کیا جو مخلوق کے تمام دینوں سے یقیناً بہتر ہے۔

۔ کچھ یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ

حضورؐ نے حضرت ابو طالبؑ کے زیر
سایہ پرورش پائی چنانچہ کتاب تفسیر
کبیر صفحہ ۶۵۴ پر تحریر ہے کہ خداوند
عالم نے آنحضرتؐ کو حضرت ابوطالبؑ
کی تربیت کی وجہ سے غنی کر دیا
جس کا مطلب ہے کہ حضرت ابوطالبؑ
نے آپ کی تربیت احسن طریقہ پر کی
تھی۔ جو شرف حضورؐ کی پرورش ہمدردی
اور محبت کا حضرت ابوطالبؑ کو ملا
وہ کسی اور کے حصہ میں سوائے آپ
کی اولاد کے نہ ملا آپ پر صرف
محبت جناب رسولؐ خدا ہی کی وجہ
سے مصائب کا آسمان ٹوٹ پڑا مگر
آپ نے مصیبتوں کی کوئی پرواہ
نہ کی یہاں تک لوگوں نے آپ کا
مکمل بائیکاٹ کر دیا اور قطع
تعلق کا عہد نامہ لکھ کر خانہ کعبہ
میں لٹکا دیا اور آپ کا محاصرہ
کر لیا گیا جس کی وجہ سے بڑی
سخت تنگی گذری بچے بھوک سے
شور مچاتے تھے اور یہ محاصرہ
پورے تین سال تک رہا مگر آپ
نے کوئی پرواہ نہ کی (تاریخ اسلام
جلد دوئم صفحہ 57)

س۔ جناب رسولؐ خدا کے بارے
میں حضرت ابوطالبؑ کا کیا خیال تھا؟

ج۔ حضرت رسولؐ مقبول کے بارے
میں آپ یہ فرماتے ہیں۔

خدا نے اپنے نام سے محمدؐ کا نام
مشتق کیا ہے۔ وہ صاحب عرش
محمود ہے اور یہ محمدؐ ہے۔ اے قریش
تم کو معلوم نہیں ہے کہ ہم نے محمدؐ
کو ایسا رسول پایا ہے جو مثل موسےٰ
کے ہے۔ اور یہ بات پہلی کتابوں
میں مذکور ہے (اسنی المطالب
صفحہ ۱۰)۔

آپ کا نقش یہ تھا۔ میں اللہ
کے رب ہونے پر اور اپنے بھتیجے
حضرت محمدؐ کے نبی ہونے پر اور
اپنے بیٹے حضرت علیؑ کے وصی ہونے
پر راضی ہوا۔

س۔ حضرت ابوطالبؑ سے بغض رکھنا

کیسا ہے۔؟

ج۔ حضرت ابو طالبؑ سے بغض رکھنا کفر ہے کیونکہ انہوں نے آنحضرتؐ کی نصرت و حمایت و تربیت فرمائی پس ان کی خدمت و ایذا آنحضرتؐ کی خدمت و ایذا ہے آپ کے اوصاف حمیدہ کی مدح وثنا کوئی کیا کر سکتا ہے آپ کے اوصاف کی ثنا خواں تو خود ذات رسالتؐ تھی۔

حضرت نبی کریمؐ حضرت ابو طالبؑ کے انتقال پر اتنے رنجیدہ ہوئے کہ آپ کے چہرہ اقدس پر مدتوں رنج و غم نمایاں رہا وفات کے بعد بھی آپ اپنے شفیق چچا کا ذکر ہمیشہ محبت اور عزت سے کرتے تھے۔

علامہ ابن ابی الحدید اپنی کتاب شرح نہج البلاغہ جلد سوئم صفحہ 318 پر یوں لکھتے ہیں جس طرح وہ شخص جو دن کی روشنی کو اندھیرا ہی سمجھے وہ اپنے اس سمجھنے سے صبح کی نشانیوں کو نقصان نہیں پہنچا سکتا بالکل اسی طرح کسی جاہل کے لغو یا کسی آنکھ والے کے خوا مخواہ اندھے بن جانے سے حضرت ابو طالبؑ کی شان گھٹ نہیں سکتی۔

س۔ اگر حضرت ابو طالبؑ اور ان کے فرزند حضرت علیؑ نہ ہوتے تو پھر کیا ہوتا ؟

ج۔ یہ اس سوال کے جواب میں علامہ ابن ابی الحدید اپنی کتاب شرح نہج البلاغہ صفحہ 318 میں یوں تحریر کرتے ہیں۔

اگر حضرت ابو طالبؑ اور ان کے فرزند حضرت علیؑ نہ ہوتے تو یہ مذہب اسلام نہ صورت پکڑتا اور نہ کھڑا ہو سکتا انہیں ابو طالبؑ نے مکہ میں حضرت رسول اللہؐ کو پناہ دی اور آپ کی حمایت کی اور حضرت علیؑ نے مدینہ میں اسلام کی اشاعت کے لئے موت سے مقابلہ کیا اور اسلام کو جب بھی خون کی

ضرورت بڑی تو اکثر اولاد حضرت ابوطالبؑ نے مہیا۔

چنانچہ جن کو اسلام سے محبت ہے وہ آپ کی قدر و منزلت کرتے ہیں اور احسان مند ہیں۔

س۔ حضورؐ کے بارے میں حضرت ابوطالبؑ نے اپنے بیٹوں کو کیا فرمایا؟

ج۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ یقیناً سچے رسولؐ ہیں اس کے بعد اپنے بیٹوں سے فرمایا تم اپنے ابن عم کی اطاعت کرو۔

س۔ حضرت ابوطالبؑ کے ایمان کے بارے میں بیان کرو؟

ج۔ بچو حضرت ابوطالبؑ خالص مومن خدا پرست تھے جو ان کے ایمان میں شک کرے اس نے گویا مذہب اسلام ہی کو نہیں پہچانا بلکہ بانی اسلام کی معرفت سے وہ کوسوں دور ہے حضرت امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر تم حضرت ابوطالبؑ کے ایمان کا اقرار نہ کرو گے تو جہنم میں جاؤ گے (شرح ابن ابی الحدید جلد دوئم صفحہ ۱۶۶)

س۔ بچو۔ حضرت علیؑ اس پر کیا فرماتے ہیں۔

ج۔ جناب امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ خدا کی قسم نہ میرے باپ نے کبھی بت پرستی کی اور نہ میرے دادا عبدالمطلب نے اور نہ ان کے والد ہاشم نے اور نہ ان کے والد عبد مناف نے۔

س۔ بچو آخر وہ کس کی عبادت کرتے تھے؟

ج۔ اس سوال کے جواب میں حضرت علیؑ یوں فرماتے ہیں۔ کہ بیت اللہ کی طرف رخ کر کے دین ابراہیمؑ کے مطابق نماز پڑھا کرتے تھے اور اسی پر قائم تھے۔ یہ بھی حضرت علیؑ ہی کا ارشاد ہے کہ قسم خدا کی اگر میرے بزرگوار کل اہل دنیا کی شفاعت کریں تو خدا سب کو بخش دے گا۔

س۔ بہشت میں حضرت ابوطالبؑ

کیسے جائیں گے؟

ج۔ بچو حضرت امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ رسولؐ خدا کے آباؤ اجداد بہشت میں اس طرح جائیں گے کہ جن میں حضرت عبد المطلبؑ بھی ہوں گے ان میں انبیاء کا نور اور بادشاہوں کا جمال روشن ہوگا اور حضرت ابوطالب بھی اس زمرہ میں ہوں گے (اصابہ جلد ہفتم صفحہ ۱۱۵)

س۔ کیا یہ سچ ہے کہ ہمیشہ امامت نبوت کی کفیل رہی ہے؟

ج۔ بچو یہ امر صاف روشن ہے کہ ہمیشہ امامت نبوت کی کفیل رہی ہے جس کے ثبوت میں کلام پاک آپ کے پاس موجود ہے حضرت ابراہیمؑ امام تھے اور حضرت اسمٰعیلؑ کے کفیل حضرت ابراہیمؑ تھے۔ چنانچہ حضرت محمد مصطفےٰؐ رسول لیکن عامل امامت حضرت ابوطالبؑ پرورش کرنے والے یعنی کفیل تھے گویا خاندان نبوت و امامت اصل میں ایک ہی رہا ہے حضرت عبد المطلب خاندان نبوت و امامت دونوں کے حامل رہے اس نور کو پھر خداوند تعالےٰ نے دو حصوں میں تقسیم کرکے ایک کو جناب عبد اللہ کے صلب میں دوسرے کو جناب ابوطالبؑ کے صلب میں قرار دیا۔

س۔ حضرت ابوطالبؑ بعد وفات غسل و کفن کس طرح سے ہوا۔

ج۔ بچو جب حضرت ابوطالبؑ نے انتقال فرمایا تو آپ کو غسل و کفن کے بعد اسلامی طریقہ کے مطابق دفن کیا گیا آپ کا جنازہ جب اٹھا تو حضورؐ جنازہ کے آگے آگے چل رہے تھے اور روتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ اے چچا آپ نے قرابت کا کامل حق ادا کیا خداوند تعالےٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

(تاریخ خمیس حصہ اول صفحہ 339)

بقیہ پمفلٹ کرامت

ر۔ ورکنگ کمیٹی کا کورم کم از کم چھ ارکان کا ہونا ضروری ہوگا۔ اگر کوئی جلسہ کورم کی کمی کی وجہ سے ملتوی ہو جائے تو دوبارہ پانچ ارکان کا ہوگا۔

س۔ سالانہ اجلاس کے لئے کورم کم از کم پچیس ارکان کا ہونا ضروری ہوگا۔

ش۔ اجلاس کی صدارت صاحبِ صدر کیا کریں گے نگران کی غیر حاضری میں نائب صدر اور ان کی غیر حاضری میں ارکان میں سے کوئی مقرر کردہ رکن کر سکے گا۔

ص۔ اگر ورکنگ کمیٹی کا کوئی ممبر لگاتار دو جلسوں میں بغیر اطلاع شامل نہ ہونے سے ورکنگ کمیٹی سے خارج تصور کیا جائے گا۔

قاعدہ نمبر ۱۴۔ جنرل باڈی

ا۔ ادارہ کے جملہ ممبران، عہدہ داران اور ورکنگ کمیٹی کے ارکان کے اجتماع کا نام جنرل باڈی ہوگا۔

ب۔ جنرل باڈی کے فرائض ادارہ کے عہدہ داران اور ورکنگ کمیٹی کا سالانہ چناؤ۔

ج۔ ادارہ کا دستور العمل منظور کرنا۔

د۔ ادارہ کے دستور العمل میں کمی بیشی کرنا۔

ر۔ کوئی قانون جنرل کے بغیر منسوخ یا منظور نہیں کیا جا سکتا۔

س۔ سالانہ رپورٹ اور سالانہ آمد و خرچ کا حساب منظور کرنا۔

ش۔ اگر کوئی ممبر جنرل باڈی کے اجلاس میں اس وقت شامل نہ ہو سکتا ہو تو وہ اپنی رائے یا مفید تجاویز تحریری طور پر جنرل سکرٹری کو ارسال کر سکتا ہے۔

ص۔ جنرل باڈی کے اجلاس کا کورم بمطابق قاعدہ نمبر ۱۳ ہوگا۔

ض۔ ادارہ کے کھاتہ کیش بک و رجسٹر ممبران و خریداران کے علاوہ باقی ریکارڈ دو سال بعد تلف کیا جا سکے گا۔

Baitul Muslimin
Naqvi... Karachi

قاعدہ نمبر ۱۵۔ ملازمین ادارہ

ا۔ ادارہ کے ہر قسم کے دفتری امور کی انجام دہی کے لئے حسب ذیل تنخواہ دار ملازمین ہوں

آفس مینیجر، ایک کلرک اور ایک چپڑاسی

اگر زیادتی کام کی وجہ سے مزید کسی ملازم کی ضرورت ہو تو جنرل سکرٹری صاحب بعد منظوری

ورکنگ کمیٹی رکھ سکیں گے۔

ب۔ ملازمین کی تقرری وغیرہ بمطابق قاعدہ نمبر ۱۲ جنرل سکرٹری کے اختیار میں ہو گی۔

ج۔ ملازمین حسب ذیل رخصت لے سکیں گے۔

۱۔ اتفاقیہ رخصت صرف سال میں ۱۲ روز نصف تنخواہ پر مزید پندرہ روز اس کے علاوہ اگر

رخصت ہو گی وہ بلا تنخواہ تصور کی جائے گی۔

۲۔ بیماری کی رخصت سال بھر میں صرف نصف تنخواہ پر پندرہ یوم تک مل سکے گی۔

۳۔ رعایتی رخصت حاضری کا ۱/۱۲ حصہ۔

(قاعدہ نمبر ۱۵) جن امور کے متعلق اس وقت کوئی قاعدہ نہیں بن سکا۔ ان کے بارے میں ورکنگ

ہی کا فیصلہ قاعدہ سمجھا جائے گا۔ مگر اس طرح کے تمام قاعدے آئندہ سالانہ جلسہ

برائے منظوری پیش کرنا ضروری ہو گا۔